ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۰ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ

۲۵ دسمبر ۱۹۶۴ء

10/32

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ خرج الی الشام حتی اذا کان بسرغ لقیہ امراء الاجناد ابو عبیدۃ بن الجراح واصحابہ فاخبروہ ان الوباء قد وقع بالشام قال ابن عباس فقال لی عمر ادع لی المہاجرین الاولین فدعوتہم فاستشارہم واخبرہم ان الوباء قد وقع بالشام فاختلفوا فقال بعضہم خرجت لامر ولا نری ان ترجع عنہ وقال بعضہم معک بقیۃ الناس واصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا نری ان تقدمہم علی ہذا الوباء فقال ارتفعوا عنی ثم قال ادع لی الانصار فدعوتہم فاستشارہم فسلکوا سبیل المہاجرین واختلفوا کاختلافہم فقال ارتفعوا عنی ثم قال ادع لی من کان ہاہنا من مشیخۃ قریش من مہاجرۃ الفتح فدعوتہم فلم یختلف علیہ منہم رجلان فقالوا نری ان ترجع بالناس ولا تقدمہم علی ہذا الوباء فنادی عمر رضی اللہ عنہ فی الناس انی مصبح علی ظہر فاصبحوا علیہ فقال ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ افرارا من قدر اللہ فقال عمر رضی اللہ عنہ لو غیرک قالہا یا ابا عبیدۃ وکان عمر یکرہ خلافہ، نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ ارایت لو کان لک ابل فہبطت وادیا لہ عدوتان احداہما خصبۃ والاخری جدبۃ الیس ان رعیت الخصبۃ رعیتہا بقدر اللہ وان رعیت الجدبۃ رعیتہا بقدر اللہ قال فجاء عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ وکان متغیبا فی بعض حاجتہ، فقال ان عندی من ہذا علما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذا وقع بارض وانتم بہا فلا تخرجوا فرارا منہ فحمد اللہ تعالی عمر رضی اللہ عنہ وانصرف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ملک شام کو چل دیئے۔ مقام سرغ میں جب پہنچے تو لشکر کے امراء یعنی حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ اور ان کے ساتھی آملے اور ان لوگوں نے اطلاع دی کہ ملک شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ مہاجرین اولین کو بلاؤ۔ میں نے بلایا حضرت عمرؓ نے ان سے مشورہ کیا۔ اور اطلاع دی۔ کہ ملک شام میں وبا پھیلی ہوئی ہے۔ ان لوگوں میں اختلاف رائے ہوگیا۔ کسی نے کہا۔ کہ آپ ایک کام کے لئے نکلے ہیں۔ واپس جانا ٹھیک نہیں ہے۔ کسی نے کہا کہ آپ کے ساتھ اور لوگ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں مناسب نہیں ہے۔ کہ آپ ان کو وبا میں لے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ میرے پاس انصار کو بلاؤ۔ میں نے بلا لیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے مشورہ لیا انہوں نے بھی مہاجرین کا طریق اختیار کیا۔ اور ان میں بھی مہاجرین کی طرح اختلاف رائے ہوگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی فرمایا۔ کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔ پھر فرمایا۔ کہ میرے پاس مہاجرین فتح مکہ میں سے مشائخ قریش کو بلاؤ۔ میں نے بلا لیا۔ تو ان میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف رائے نہ کیا سب نے ایک زبان ہوکر کہا۔ کہ ہماری رائے میں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ لوگوں کو لے کر لوٹ جائیں۔ اور اس وبا میں نہ لے جائیں۔ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا۔ کہ میں صبح کو سوار ہوں گا۔ جب صبح ہوئی۔ اور لوگ سوار ہوگئے۔ تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کیا تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے ابو عبیدہؓ اگر آپ کے علاوہ اور کوئی شخص یہ بات کہتا (تو مناسب تھی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو عبیدہؓ کا خلاف کرنا پسند نہیں آیا۔ (بہر حال حضرت عمرؓ نے فرمایا) کہ ہاں! ہم تقدیر الٰہی سے تقدیر الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں۔ دیکھو! اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں۔ اور کسی وادی میں تم ان کو اتار دو اور اس وادی کی دو گھاٹیاں ہوں۔ ایک گھاٹی سرسبز ہو۔ اور دوسری گھاٹی خشک بے سبزہ! تو بتاؤ اگر تم سرسبز گھاٹی میں چراؤ گے۔ تو کیا یہ تقدیر الٰہی نہ ہوگی یا خشک گھاٹی میں چراؤ گے تو کیا یہ تقدیر الٰہی نہ ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ کہ اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آگئے۔ اور وہ کسی کام کی وجہ سے موجود نہ تھے۔ کہنے لگے۔ کہ اس کے متعلق کسی قدر مجھ کو علم ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے۔ آپ فرما رہے تھے۔ کہ اگر تم کسی زمین میں طاعون ہونے کی خبر سنو! تو وہاں جرات کرکے نہ جاؤ اور اگر اس زمین میں پھیل جائے۔ جہاں تم ہو۔ تو بھاگنے کی غرض سے وہاں سے مت ہٹو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر اللہ رب العزت کی ثنا اور تعریف بیان کی۔ اور پھر وہاں سے واپس تشریف لے آئے۔

(اس حدیث کو امام بخاری و امامؒ مسلم نے روایت کیا ہے)

عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال۔ الذی یشرب فی انیۃ الفضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم وفی روایۃ لمسلم "ان الذی یاکل او یشرب فی انیۃ الفضۃ والذہب

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ گڑگڑ کرکے بھرتا ہے۔ (اس حدیث کو امام بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے) اور مسلم کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں۔ کہ جو شخص سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا اور پیتا ہے۔

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

سالانہ گیارہ روپے
ششماہی چھ روپے

ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۱۰ | ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۶۴ء | شمارہ ۳۲

ملک کے سب سے بڑے دشمن

آج کل ملک میں مختلف قسم کے دشمنوں کا رونا رویا جاتا ہے۔ کہیں ہم بیرونی دشمنوں سے شاکی ہیں اور اُن کے ہاتھوں زک اٹھا کر تنگ نظر آتے ہیں اور کہیں اندرونی دشمنوں اور غداروں کا رونا رونے میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہمیں بیرونی دشمنوں اور ان عناصر سے عہدہ برآ ہونے کی اشد ضرورت ہے۔ جنہوں نے پاکستان کی سالمیت اور بقاء و استحکام کی راہ میں کانٹے بچھانے کی ناپاک اور مذموم سازشیں کی ہیں۔ مگر ساتھ ہی ان ملک دشمنوں کا بھی دفعیہ کرنا چاہیئے جو عوام اور حکام میں منافرت پیدا کرنے اور ملک میں عدم اجتماعیت کو جنم دینے کے ذمہ دار ہیں۔ ہمارے خیال میں بدعنوانی ملک کے لئے بیرونی حملہ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اور بدعنوانیوں کا ارتکاب کرنے والے ملک کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ بیرونی دشمن کسی ملک پر صرف اسی صورت میں حملہ کر سکتے ہیں جبکہ ملک کمزور ہو، اس کے رہنے والوں میں بزدلی، بے چینی اور اجتماعیت کا فقدان ہو۔ اور وہ متحد و متفق ہو کر اپنے مخالف کا منہ توڑ جواب نہ دے سکیں۔ اگر ملک مضبوط ہو، اس کا وقار دوسرے ممالک کی نظروں میں بلند ہو، عوام میں اتحاد و اتفاق ہو اور وہ مل کر اجتماعی طور پر اپنے مخالفین کے دانت کھٹے کرنے کی سکت رکھتے ہوں تو کسی بیرونی حملہ آور کو ملک کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ لیکن بدعنوانی کا ارتکاب کرنے والے دشمن ملک کو داخلی اعتبار سے کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ اور بدعنوانی کا روگ ملک و قوم کو اخلاقی گراوٹ کی اُس منزل تک پہنچا دیتا ہے جہاں قومیں جرأت و حوصلہ، خلوص و ایثار، جذبۂ محبت و اخوت، جوشِ عمل اور توانائی کو کھو بیٹھتی ہیں۔ چنانچہ اس داخلی بیماری اور اس کے حملہ کو ختم کئے بغیر کوئی قوم صحیح معنوں میں ترقی نہیں کر سکتی۔ ظاہر ہے کہ جب لوگوں میں جوشِ عمل اور خلوص و ایثار کی سپرٹ ہی نہ ہوگی تو ملک ترقی کیونکر کر سکے گا۔ آخر عوام نے ہی اس کے لئے کام کرنا ہے اور انہی کی محنت و کارکردگی کی بنیاد پر ملکی عمارت کو استوار ہونا ہے اور جب وہی بددل اور بے ہمتی کا شکار ہوں تو ملک ترقی کی راہ پر کس طرح گامزن ہو سکے گا۔

حالات و واقعات شاہد ہیں کہ محض کرپشن کی وجہ سے ہمارے ملک میں متوازی کرنسی اور سمگلنگ کا کاروبار چل رہا ہے۔ عرفِ عام میں اگرچہ اسے بلیک یا سیاہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے لیکن حقیقت میں ہم نے بڑے بڑے آدمیوں کو اس سیاہ دولت کا طالب پایا ہے جو اس روسیاہی میں گرفتار ہیں وہ بظاہر خوش ہیں اور اسے جرم ہی خیال نہیں کرتے اور جب دوسرے دنیا دار ان کے ظاہری ٹھاٹھ باٹھ اور اللّوں تللّوں کو دیکھتے ہیں تو ان کی بھی رال ٹپکنے لگتی ہے اور وہ اُن کی ڈگر پر چلنے کی سکیمیں سوچنے لگتے ہیں۔ جس کے باعث معاشرہ میں بدعنوانی کی رغبت بڑھ رہی ہے۔ یہی سیاہ دولت بڑے صاحبوں کو چندوں، تحفوں اور پارٹیوں کی صورت میں پہنچتی ہے اور اس کے معاوضے میں اُن سے خصوصی مراعات حاصل کی جاتی ہیں۔ اس طرح مجرم بڑوں سے تعلقات اور سیاہ دولت کے سہارے ایک تو قانون کی دستبرد سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور اپنی من مانی کرتے ہیں اور دوسرے اپنی اصل رقمیں بھی کسی نہ کسی طرح بہرحال سود سمیت وصول کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کو اس سے کوئی مطلب نہیں کہ اُن کی رُوسیاہیوں کے باعث قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے یا عوام کے لئے گرانی ناقابل برداشت بنتی جا رہی ہے اور لوگوں میں بددلی اور بے چینی پھیل رہی ہے۔ بلکہ انہیں صرف اپنی دولت بڑھانے سے سروکار ہے اور وہ اسی فکر میں گھلے جاتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ان کے پیٹ کا دوزخ بھرے اور اُن کی ہوسِ زرپرستی پوری ہو۔ یہ صورتِ حال اور بڑوں کو تحفے تحائف اور پارٹیاں دینے کی روش اس لئے بھی انتہائی خطرناک ہے کہ اس سے عوام اور حکام اور بڑے افسروں کے درمیان اونچی دیوار حائل ہو جاتی ہے۔ حکام کو حرام کی چاٹ پڑ جاتی ہے اور وہ بغیر کچھ وصول کئے کسی سے بات کرنا پسند نہیں کرتے۔ اور عوام بغیر مال دئے اُن سے اپنے حقوق طلب نہیں کر سکتے جس کی بناء پر کشیدگی اور منافرت بڑھتی ہے۔ عوام کا حکام پر سے اعتماد اُٹھ جاتا ہے۔ اور ملک میں انتشار پھیل جاتا ہے۔ نتیجۃً ملک دشمنوں کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہیں اور بیرونی حملہ آوروں کو آنکھیں دکھانے کی ہمت ہو جاتی ہے

چنانچہ صاف واضح ہے کہ بنیادی طور پر بدعنوانی کے مرتکب لوگ ہی ملک کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ تمام حکام اور افسران اس حمام میں ننگے نہیں ہیں۔ اور استثنار بہرحال ہر جگہ ہوتا ہے مگر ان کی تعداد اتنی قلیل ہے کہ اسے آٹے میں نمک کے برابر بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

مجلس ذکر: ۱۲ر شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۷ر دسمبر ۱۹۶۴ء

اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اصل دین ہے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

بزرگانِ محترم!

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔ اپنی عنایات سے نوازا اور اس مجلس میں حاضری کی سعادت بخشی۔ ہم پر پہلے ہی اس کا یہ کرم مخصوص ہے کہ اس نے ہمیں سیدالانبیاء جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اٹھایا اور ہم ان کے نام لیوا ہیں۔ کروڑوں درود اور لاتعداد رحمتیں ہوں اس آقائے کریم پر کہ جن کے صدقے ہمیں بندگی کے ڈھنگ آئے اور اپنے مالک و خالق سے ہمارا رابطہ پیدا ہوا۔ اس احسان عظیم کے بدلے ہم پر لازم ہے کہ بالالتزام درود شریف کا ورد کیا کریں اور سنتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریں۔

چنانچہ ارشاد باری ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجو۔

مقصد یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت اور ملائکہ کا استغفار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اسی طرح تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعائے رحمت کیا کرو اور آپؐ کی بارگاہ میں ہدیۂ سلام بھیجا کرو۔ اس کے علاوہ جو فرض تبلیغ آپ کے ذمہ عائد ہوا ہے اس میں آپ کی اعانت کرکے دعا لو اس سے آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوگی۔ انوار و تجلیاتِ الٰہیہ کی بارش ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق جو ایمان کی جان ہے آپ کے دل میں پیدا ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت دنیا کی ہر چیز حتیٰ کہ جان سے بھی بڑھ کر نہ ہو ایمان کامل نہیں ہوتا۔ مسلمان کے لئے لازم ہے کہ اس کے دل میں خداوندقدوس جلشانہٗ کے بعد سب سے زیادہ محبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہونی چاہئے۔ اور اصل میں تو دین ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کا نام ہے۔ یاد رکھئے! محبت و اطاعت لازم و ملزوم ہیں۔ محبت ہوگی تو اطاعت میں سرگرمی ہوگی اور...... اطاعت ہوگی تو محبت کا ہونا دل میں لازم آئے گا درحقیقت محبت کا تقاضا ہی یہ ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو حرزجاں بنائیں۔ آپؐ کے فیصلوں کو حتمی خیال کریں آپؐ کی شریعت کو آخری شریعت اور آپ کے پیغام کو خدا کا پیغام آخری تسلیم کریں۔ اگر ہم حضورؐ کے فرامین کو پس پشت ڈال دیں۔ شریعت حقہ سے منہ موڑ لیں، خدا کی توحید کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیں اور کتاب و سنت کی تعلیمات سے انحراف کریں تو یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں بلکہ عداوت ہے۔ اطاعت کے بغیر محبت کا دعوےٰ بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اور عشق کے بغیر اطاعت میں سرگرمی اور پختگی نہیں ہوتی۔ لیکن مسلمانوں کا معاملہ آج کل کچھ مختلف ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کے بھیس میں اسلام کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں۔ دعویٰ محبتِ رسولؐ کا کرتے ہیں اور خلافِ شریعت کام کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ وضع قطع، طور طریق سب غیروں کے اپنا رکھے ہیں۔ شادی بیاہ اور مرنے جینے میں سنت نبویؐ کا کوئی لحاظ نہیں رسومات غیر اسلامی ادا کرتے ہیں۔ اہل حق اور متبعین سنت کا مذاق اڑانا شیوہ بن چکا ہے لیکن ہیں پھر بھی اسلام کے ٹھیکیدار اور محبت رسولؐ کے دعویدار ؎

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

اگر یہ محبت رسولؐ ہے تو عداوتِ رسولؐ کسے کہتے ہیں اور یہ اسلام ہے تو اسلام دشمنی کس بلا کا نام ہے۔؟

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی محبت، عشق رسولؐ کی نعمتِ جاوداں اور کتاب و سنت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارا خاتمہ ایمان پر کرے اور جب ہم روز محشر بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوں تو ہماری صورت و سیرت سنتِ نبوی کی آئینہ دار ہو۔

محترم حضرات!

یہ بات ہر گھڑی اپنے ذہن میں رکھئے کہ عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور، کتاب و سنت کی روشنی اور دینِ حق پر استقامت کی توفیق ہمیں صرف ان اہل اللہ کی صحبت میں میسر آ سکتی ہے جن کے ایک ہاتھ میں کتاب اللہ اور دوسرے میں حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشعل روشن ہو۔ اور وہ انہی دو نوروں کی روشنی میں زندگی کا سفر طے کر رہے ہوں۔ ایسے باخدا ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل ہوتے ہیں۔ اور ان کی صحبت میں بے نماز نمازی بے دین دیندار اور دن رات غفلت میں بسر کرنے والے اللہ کا ذکر کرنے والے اور شکر گذار بندے بن جاتے ہیں۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس قسم کے بندگان خدا نایاب نہیں مگر کمیاب ضرور ہیں۔ لاکھوں میں نہیں بلکہ اربوں میں کوئی بندۂ خدا کامل ہوتا ہے۔ لیکن جہاں تک بہروپیوں کا تعلق ہے ان کا کوئی شمار نہیں۔ ہر اینٹ کے نیچے سے بناوٹی پیر نکل آتا اور لوگوں کے ایمانوں پر ڈاکے ڈالتا پھرتا ہے۔ ایسے پیروں کی صحیح حالت کا صرف انہیں خوش نصیبوں کو پتہ چلتا ہے جنہیں خدا نے باطن کی بینائی عطا کر رکھی ہے اور یا جن کے ہاتھ میں کتاب و سنت کی کسوٹی ہے۔ ورنہ عوام ان کے دھوکہ اور فریب میں مبتلا ہو کر ایمان کی دولت گنوا بیٹھے ہیں۔

برادرانِ محترم!

پیر بننا کوئی آسان کام نہیں اور نہ لوگوں کو چاہئے کہ ہر ایرے غیرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے پھریں۔ عارف رومی نے اسی لئے فرمایا ہے ؎

خطبہ جمعہ ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۶۴ء

شعبان کی پندرھویں رات

مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ اما بعد:

بزرگان محترم! شعبان کی فضیلت کے سلسلے میں بیان پچھلے جمعہ ہو چکا ہے۔ اس مرتبہ صرف شعبان کی پندرھویں شب کے بارے میں معروضات پیش کی جائیں گی

خیر و برکت والی راتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا ۔ کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر و برکت کے دروازے کھول دیتے ہیں ۔ لیلۃ الاضحیٰ، لیلۃ الفطر، عرفہ کی رات اور شعبان کی پندرھویں رات جس میں اللہ تعالیٰ جل شانہ عمریں رزق اور حاجیوں کے نام لکھتے ہیں۔

یہ راتیں لیلۃ القدر کے علاوہ ہیں جو برکت والی شمار ہوتی ہیں

ملک الموت کے روبرو رجسٹر پیش کیا جاتا ہے

عطا بن یسار سے روایت ہے۔

اذا کان لیلۃ النصف من شعبان دفع الی ملک الموت صحیفۃ فان العبد لیغرس الغراس وینکح الازواج ویبنی البنیان وان اسمہ قد نسخ فی الموتی

شعبان کی پندرھویں شب کو ملک الموت کے سامنے ایک رجسٹر پیش کر دیا جاتا ہے ۔ اور اُن کو حکم دیا جاتا ہے۔ کہ پورے سال میں مرنے والوں کے نام اس رجسٹر سے نقل کر لو — آدمی کھیتی باڑی کرتا ہے۔ نکاح کرتا ہے، مکان بنواتا ہے ۔ اور حال یہ ہے ۔ کہ اُس کا نام مردوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔

شعبان سے شعبان تک

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:۔

تقطع الاجال من شعبان الی شعبان حتی ان الرجل ینکح ویولد لہ وقد خرج اسمہ فی الموتی

شعبان سے شعبان تک مرنے والوں کے نام مردوں کی فہرست میں لکھ دئے جاتے ہیں ۔ انسان نکاح کرتا ہے، اُس کے ہاں اولاد ہوتی ہے ۔ مگر اُس کا نام مردوں کی فہرست میں لکھا ہوا ہوتا ہے

چار راتیں

اللہ تعالیٰ چار راتوں میں بندوں پر خیر اور رحمت نازل کرتا ہے ذی الحجہ کی دسویں رات، عید کی رات، شعبان کی پندرھویں رات — اس رات میں لوگوں کی موت اور اُن کا رزق اور حج کرنے والوں کی تعداد لکھی جاتی ہے ۔ اور چوتھی عرفہ کی رات ہے عرفہ کی رات میں صبح کی اذان تک بندوں کے ساتھ رحمت و مغفرت کا معاملہ ہوتا رہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرئیل تشریف لائے اور انہوں نے کہا:۔

ھذہ لیلۃ النصف من شعبان وللہ فیہ عتقاء من النار بعدد شعر غنم کلب

یہ شعبان کی پندرھویں رات ہے اس میں قبیلہ کلب کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر گنہگار دوزخ سے آزاد کئے جاتے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے۔

ان اللہ عزوجل ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب

اللہ تعالیٰ عزوجل شعبان کی پندرھویں شب کو آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے ۔ اور قبیلۂ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہگاروں کو بخش دیتا ہے ۔ (کلب عرب کا ایک قبیلہ ہے ۔ جس میں بکریاں اور بھیڑیں کثرت سے ہوتی ہیں)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحمت کی نظر ڈالتا ہے

اذا کان لیلۃ النصف من شعبان اطلع اللہ تعالیٰ الی خلقہ فیغفر للمومنین والمومنت ویملی للکافرین ویدع اھل الحقد لحقدھم حتی یدعوہ

جب شعبان کی پندرھویں شب ہوتی ہے ۔ تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر ڈالتا ہے ۔ اور مردوں اور عورتوں کی مغفرت کر دیتا ہے ۔ کافروں کو مہلت دیتا ہے ۔ کینہ پروروں کو چھوڑ دیتا ہے ۔ جب تک وہ اپنی کینہ پروری سے باز آ جائیں

کن لوگوں کو اللہ تعالیٰ رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا

ابن قانع کی روایت میں ہے:۔

لا ینظر اللہ فیھا الی مشرک ولا الی مشاحن ولا الی قاطع رحم ولا الی مسبل ازار ولا الی عاق والدیہ ولا الی مدمن خمرۃ۔

اللہ تعالیٰ اس رات میں مشرک کو اور گود بیٹ کے رشتہ داروں کو منقطع کرنے والے کو، ماں باپ کے نافرمان کو، تکبر کی راہ میں ٹخنوں سے نیچے ازار رکھنے والے کو اور شراب کے عادی کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

مشرک اور کینہ پرور کی کوئی بخشش نہیں

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَطَّلِعُ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِہٖ اِلَّا لِمُشْرِکٍ اَوْ مُشَاحِنٍ

(رواہ ابن ماجہ)

ابی موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے ۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تحقیق اللہ تعالےٰ لیلۃ شعبان کی پندرھویں رات کو طلوع فرماتا ہے۔ پس سوائے مشرک اور کینہ پرور کے اپنی ساری مخلوقات کو بخشتا ہے۔

زانیہ عورت اور صلہ رحمی قطع کرنیوالا بھی بخشش سے محروم رہیگا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک روایت کے مطابق زانیہ عورت اور صلہ رحمی کا قطع کرنے والا بھی بخشش خداوندی سے محروم رہے گا۔

پس اے برادران عزیز!

ہمیں شرک، کفر، کینہ دوزی، زناکاری، ماں باپ کی نافرمانی، شراب خوری، تکبر اور اسی قسم کے دوسرے گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے۔ ورنہ ہم خدا کی رحمت سے محروم رہیں گے اور اللہ کی نظر شفقت ہم پر نہیں پڑے گی۔

پندرھویں شب کو کیا کرنا چاہیے

عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَھَا وَصُوْمُوْا یَوْمَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَنْزِلُ فِیْھَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَہٗ اَلَا مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقَہٗ اَلَا مِنْ مُّبْتَلًی فَاُعَافِیَہٗ اَلَا مِنْ کَذَا اَلَا مِنْ کَذَا حَتّٰی یَطْلُعَ الْفَجْرُ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے ۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ جب شعبان کی پندرھویں رات ہو پس رات کو قیام کرو (یعنی نماز پڑھو) اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی تجلی آفتاب کے غروب ہونے کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر ظاہر ہوتی ہے۔ پس فرماتا ہے۔ خبردار ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اُس کی مغفرت کردوں۔ خبردار! ہے کوئی رزق لینے والا کہ اُس کو رزق دوں خبردار! کوئی مصیبت زدہ ہے۔ کہ اُسے چھڑا دوں۔ خبردار! کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے۔ طلوع صبح صادق تک اللہ تعالےٰ یہی آواز دیتا رہتا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ:-

(۱) اس رات زیادہ سے زیادہ نفلی عبادت کرنی چاہیے۔

(۲) دن کو روزہ رکھنا چاہیے۔

(۳) اس رات کو سورج غروب ہونے سے لے کر صبح صادق تک گناہوں پر ندامت کا اظہار کر کے اللہ تعالےٰ کی مغفرت طلب کی جائے۔

(۴) اپنی دینی اور دنیوی تمام حاجات اپنے مالک حقیقی کے روبرو پیش کی جائیں اور اُس کی رضا کا تمغہ حاصل کیا جائے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے۔ اور ابھی کپڑے نہیں اتارنے پائے تھے۔ کہ یکایک کھڑے ہوگئے اور تشریف لے گئے۔ میں غیرت کی ماری تمام حجروں میں ڈھونڈتی پھری۔ آخر آپ کو بقیع میں پایا۔ آپ قبرستان میں مومنین و مومنات اور شہداء کے لئے دعا مانگ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہوجائیں۔ آپ اپنے رب کے کام میں مصروف ہیں۔ اور میں دنیا کی حاجت میں مشغول ہوں۔ میں وہاں سے لوٹ آئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو میرا سانس چڑھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ تو میں نے سارا قصہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میرے پاس جبریل نے آکر کہا تھا۔ کہ یہ شعبان کی نصف رات ہے۔ اس رات میں اللہ تعالےٰ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے۔ مگر مشرک، کینہ دوز، قاطع رحم، مسبل ازار، ماں باپ کے نافرمان اور دائم الخمر کو نہیں بخشتا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رکھے اور مجھ سے فرمایا۔ اے عائشہ اگر تم اجازت دو تو میں اس رات خدا تعالےٰ کی عبادت کرلوں میں نے عرض کیا۔ بڑی خوشی سے۔ آپ کھڑے ہوگئے اور نماز میں اتنا طویل سجدہ کیا۔ کہ میں سمجھی وفات ہوگئی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوؤں کو ہاتھ لگایا تو آپؐ نے حرکت کی۔ میں خوش ہوئی اور یہ سمجھی کہ آپ زندہ ہیں اور نے سنا کہ آپ سجدے میں دعا فرمارہے تھے

اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ

جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ رات کو یہ دعا پڑھ رہے تھے۔ فرمایا یہ کلمات سیکھ لے اور دوسروں کو بھی سکھا دے مجھے جبریل نے یہ کلمات سکھائے ہیں اور مجھ سے کہا ہے کہ میں ان کلمات کو سجدے میں بار بار پڑھا کروں۔ (بیہقی)

حضرت ابوالحسنؒ فرماتے ہیں:-

اس رات کو وہ دعا شب قدر کے متعلق وارد ہوئی ہے

اَللّٰھُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ وَالْمُعَافَاةَ الدَّائِمَةَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

چونکہ یہ رات شب قدر کے بعد سب سے افضل رات ہے۔ اس میں بھی یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

کتاب البرکت

میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص شعبان کی پندرھویں تاریخ کو بارہ رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے تو اُس کی تمام سیاہ کاریاں مٹا دی جائیں گی اُس کی طبعی عمر میں برکت عطا کی جائیگی اللہ تعالےٰ ہمیں اس رات کی برکات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین - برادران اسلام

مسلمان اللہ کے دین کا سپاہی اس نے اللہ کی غلامی اور بندگی کا پٹہ اپنی گردن میں ڈال رکھا ہے وہ ایک گھڑی، ایک دن ایک ماہ یا کسی خاص مدت کے لئے غلام نہیں بلکہ ہمہ وقت بندگی اُس کا نصب العین ہے۔ اسے زندگی بھر فرائض بندگی انجام دینے ہیں دوسرے مذاہب والے اپنے تہواروں میں رنگ رلیاں مناتے اور کھیل تماشے رچاتے ہیں۔ لیکن مسلمان اپنے دن یاد خداوندی میں

خاندانِ رشیدی کے بزرگ اور رشیدیہ کے مہتمم

حضرت مولانا فضل احمد رائے پوری

از عبدالرشید ارشد ___ میاں چنوں

ضلع جالندھر کی سرزمین جہاں سرسبز و شاداب اور زرخیز تھی وہاں "مردم خیز" بھی تھی۔ چنانچہ اس سرزمین میں بڑے بڑے جید علماء و فضلاء اور مشائخ نے جنم لیا۔ جنہوں نے سلوک و تصوف، مسند ارشاد و ہدایت اور تبلیغ دین و جہاد حریت میں اتنا سرگرم کام کیا کہ سرزمین جالندھر فخر سے سربلند کر کے کہہ سکتی ہے ؎

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے

حضرت مولانا حافظ محمد صالح رح خلیفہ مجاز حضرت گنگوہی رح۔ حضرت منشی رحمت علی صاحب۔ حضرت مولانا محمد کوثری رح۔ حضرت مولانا فضل احمد رائے پوری رح حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ رح اگرچہ آج دنیا میں موجود نہیں ہیں لیکن خدمت علم دین کی وجہ سے ان حضرات کا نام تا قیامت زندہ و تابندہ رہے گا۔ پہلے چار حضرات امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رح سے بیعت تھے اور حضرت مفتی فقیر اللہ صاحب حضرت مولانا محمود حسن رح شیخ الہند سے۔

زندہ اصحاب میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری۔ حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوری۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب شیخ الحدیث و حضرت مولانا حبیب اللہ ناظم جامعہ رشیدیہ منٹگمری کی شخصیات سے کون متعارف نہیں ہے

ان علماء و مشائخ کے علاوہ مشاہیر میں سے کرنل الٰہی بخش مرحوم۔ حکیم عبداللطیف شادانی مرحوم مولانا غلام رسول مہر، مولانا مرتضٰے احمد خاں میکش مرحوم چوہدری محمد علی سابق وزیر اعظم کے اسماء گرامی بھی تعارف سے بے نیاز ہیں اور شاہنامہ اسلام والے حفیظ صاحب تو مشہور ہی حفیظ جالندھری کے نام سے ہیں یہ بزرگ تو وہ ہیں جن کا شمار اہل علم و فضل کی فہرست میں پہلی قطار میں ہوتا ہے ان کے علاوہ کتنی نامی گرامی علماء حکماء ادباء اور شعراء ایسے ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں اور حکام میں بیشتر بڑے بڑے حکام ایسے ہیں، جن کا تعلق سرزمین جالندھر سے ہے۔

ضلع جالندھر کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہاں جتنے علماء و فضلاء اور مشائخ موجودہ صدی میں ہوئے۔ وہ سب صحیح العقیدہ حنفی اور قطب العالم حضرت گنگوہی رح سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اور یہ خصوصیت غالباً برعظیم پاک و ہند کے اور کسی ضلع کو میسر نہیں ہے،

گزشتہ ہفتہ ۱۱ نومبر کو چیچہ وطنی ضلع منٹگمری کے نواحی گاؤں چک نمبر 11/L-11 میں خاندان رشیدیہ کے ایک نامور اور ممتاز بزرگ حضرت مولانا فضل احمد رائے پوری کا انتقال ہوا۔ اور ضلع جالندھر کے یہ آخری بزرگ تھے، جو حضرت گنگوہی رح کے ملنے والے اور صحبت یافتہ تھے اور ویسے اب پورے پاکستان میں بھی دو چار بزرگ ہی اور ہوں گے۔ جن کو حضرت گنگوہی رح سے بیعت یا زیارت کا شرف حاصل ہوگا۔ ان لوگوں میں سرفہرست نام حضرت مولانا محمد ابراہیم مدظلہ جگراؤنی حال میاں چنوں کا ہے۔

یادگار زمانہ ہیں یہ لوگ

اور راقم کی دانست میں تو صرف ایک ہی بزرگ ہیں جن کا علم ہے شاید کوئی اور بھی ہوں۔

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

حضرت مولانا ابراہیم صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رح کے بعد یہ حسرت تو نہیں رہی کہ کسی بزرگ کو نہیں دیکھا البتہ نبی اور صحابی کی حسرت رہی صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیکن وہ اس زمانہ میں ممکن نہیں بجز خواب،

گذشتہ صدی عیسوی کے وسط میں جہاں ہندوستان میں انگریزی اقتدار کے پنجے مضبوط ہو رہے تھے۔ وہیں قدرت باری تعالیٰ حضرت مولانا حافظ محمد صالح رح حضرت مولانا فضل احمد رح حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ رح کی پرورش کر رہی تھی۔ کہ جن کی پیدائش و نشوونما کا مقصد ہی یہ تھا کہ جب بڑے ہوں تو ضلع جالندھر کے جنوبی گوشہ میں دریائے ستلج کے کنارے ایک اسلامی مکتب و تربیت گاہ کی بنیاد رکھیں۔ جہاں ایسے ایسے جوانمرد و جواں ہمت لوگ تربیت حاصل کریں جو ایک طرف اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کا کام کریں تو دوسری طرف ملک کے دوسرے خطوں کے اولوالعزم انسانوں کے ساتھ مل کر انگریزی اقتدار کا خاتمہ کریں۔ اور انگریزی سلطنت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دیں۔ جس انگریزی حکومت کی حدود میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا ہندوستان کی آزادی کے بعد دیگر مقبوضات بھی برطانیہ کے ہاتھ سے تقریباً نکل چکے ہیں اور ایک جو باقی ہیں، وہ انشاء اللہ بہت جلد نکل جائیں گے اور اب عین دوپہر کے وقت بھی برطانیہ میں سورج دکھائی نہیں دیتا۔ یاد رہے کہ جزائر برطانیہ میں اکثر بارش ہوتی اور بادل چھائے رہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے سال میں کبھی کبھار سورج کا چہرہ نظر آتا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں کیا آیا کہ ہندوستان میں کونہ کونہ اور گوشے گوشے میں اسلامی مدارس و مکاتب کا جال بچھ گیا کہ اسلامی سلطنت کے چھن جانے کے بعد اب یہی مدارس اسلامی تعلیمات کے بقاء کا ذریعہ تھے۔ اگرچہ یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام پہلے بھی علماء و مشائخ اور مدارس و مکاتب ہی کے ذریعہ پھیلا۔ اسلامی حکومتوں کا اس سے بہت کم تعلق رہا اور انہوں نے تبلیغ اسلام میں بہت کم کام کیا ہے۔ البتہ کام کرنے والوں کے راستہ میں روڑے ضرور اٹکاتے رہے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری اور قید و بند کا واقعہ اس کی مثال کے لئے کافی ہے۔

۱۸۹۰ء کے لگ بھگ حضرت حافظ محمد صالح رح نے رائے پور میں مدرسہ صابریہ کے نام پر ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جو بعد میں رشیدیہ کے نام پر مشہور ہوا۔ اور جس کو آج کل دنیا جامعہ رشیدیہ منٹگمری کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے اور اس کے پہلے مہتمم میاں سکندر مرحوم تھے۔ حضرت منشی رحمت علی صاحب رح اور حضرت حافظ محمد صالح رح اس کے سرپرست تھے حضرت حافظ صاحب رح حضرت گنگوہی رح کے خلفاء میں سے تھے اور حضرت جناب شیخ الہند رح کے جہاد حریت اور ریشمی خطوط کی تحریک میں گویا حصہ دار۔ حضرت حافظ صاحب موصوف پہلی جنگ عظیم سے دو ایک سال قبل دیوبند تشریف لے گئے حضرت مولانا محمد ابراہیم جگراٹوی ان کے ساتھ تھے۔ حضرت شیخ الہند رح سے بالاخانہ پر ملاقات ہوئی جہاں وہ ترجمہ قرآن پاک کیا کرتے تھے۔ جو باتیں ان کو آپس میں کرنا تھیں کیں۔ حضرت شیخ الہند رح نے ان سے پوچھا "کیا آپ ہمارے ساتھ ہیں؟" حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ "ہاں ہم آپ کے ساتھ ہیں"۔ دونوں بزرگ ایک ہی بزرگ کے پروردہ تھے۔ یعنی حضرت گنگوہی رح کے۔ تو جو مشعل ۱۸۵۷ء میں حضرت گنگوہی رح نے بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رح کے ساتھ مل کر اپنے شیخ و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے، ساتھ جلائی تھی۔ اب اس میں جان ڈالنے اور اسے زیادہ فروزاں کرنے کے لئے حضرت شیخ الہند رح نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی تو اس کام میں ان کے پیر بھائی ساتھ کیوں نہ دیتے؟ اور بقول مولانا غلام رسول مہر:۔

بزرگانِ دیوبند میں سے جن مقدس ہستیوں کو اولین درجہ احترام و اعزاز حاصل ہے وہ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں، رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان کے اسماء گرامی اس سرزمین کے آسمان پر ان درخشاں ستاروں کی طرح روشن ہیں جو تاریکی کے وقت صحراؤں میں مسافروں اور سمندروں میں ملاحوں کو راستے بتاتے ہیں وہ اپنی زندگیوں میں علم و ہدایت کے مشعل بردار تھے۔ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اپنے پیچھے پاکیزہ عملی نمونے چھوڑ گئے جو دلوں اور روحوں میں برابر دین حقہ کے ولولے پیدا کرتے رہیں گے۔ خصوصاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی تو ایک یادگار ـــــ دارالعلوم دیوبند ـــــ ایسی ہے جو تقریباً ایک صدی سے اس وسیع سرزمین میں دینی علوم کے قیام و بقا کا ایک بہت بڑا سرچشمہ رہی ہے اس کی آغوش میں سینکڑوں ایسی مقدس ہستیوں نے تربیت پائی جن کے کارنامے دین و سیاست دونوں کے دوائر میں قابل فخر ہیں۔ ان بزرگوں نے بھی ۱۸۵۷ء کے جہادِ آزادی میں حصہ لیا تھا۔

(۱۸۵۷ء کے مجاہد صفحہ ۱۶۳ از مولانا غلام رسول مہر)

یہ تھے حضرت حافظ محمد صالح رح اور ان کا مدرسہ صابریہ (رشیدیہ) حضرت حافظ صاحب کے گھر میں کئی کئی دن فاقہ رہتا تھا اور یوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ہو رہا تھا۔ جو صرف عزیمت و دعوت بزرگوں کا ہی حصہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:۔

"ہمارے گھر، کئی کئی دن چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی"

حضرت حافظ صاحب کے مکمل حالات پھر کسی وقت رقم ہوں گے۔ یہاں تو صرف ضمناً ان کا ذکر خیر آ گیا ورنہ بات حضرت مولانا فضل احمد رح کی ہو رہی تھی۔ حضرت مولانا چوہدری فتح دین کے گھر آج سے تقریباً بانوے سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی مشہور مدرسہ گلاؤٹھی بھی گئے۔ اور حضرت مولانا شیخ عبدالقادر رائے پوری رح کے ساتھ دہلی میں پڑھتے رہے۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ ہاپڑ (یو۔پی)، میں تدریس کا کام کیا۔ اور اسی علاقہ میں حضرت مولانا فخرالدین احمد حال شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے ابتدائی کتابیں حضرت مولانا فضل احمد سے پڑھیں۔ اور یوں آج حضرت مولانا رح کے شاگرد سر اٹھا کر یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ دارالعلوم کے شیخ الحدیث ان کے استاد بھائی ہیں۔

بیعت کا تعلق حضرت گنگوہی رح سے ہوا۔ اور یہ انہی کو معلوم تھا کہ رشد و ہدایت کے اس چشمۂ صافی سے انہوں نے کیا۔ کچھ نہ حاصل کیا ہو گا حضرت گنگوہی رح کے بعد حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رح سے تعلق قائم ہوا۔ جو ان کی زندگی تک رہا۔ اور حضرت شاہ عبدالرحیم رح حضرت مولانا کے مدرسہ رائے پور کے زمانۂ اہتمام میں رائے پور تشریف لائے۔ جس سے ان دونوں کے تعلق خاطر کا علم ہو گا۔ اس کے بعد حضرت شیخ مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ سے جڑ گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بس فنا فی الشیخ ہیں۔ حالانکہ نہ ان کے پیر بھائی بھی نہیں۔ بلکہ ان کے پیر کے پیر بھائی تھے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا ہے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ جو تواضع اور انکساری اور اپنے آپ کو ختم کر دینے کی صفت ان رائے پوری حضرات میں تھی یا ہے وہ اور کہیں کم ہی ملے گی اور اس زمانہ میں تو شاید کہیں نہ ملے (یہاں رائے پور ضلع جالندھر اور رائے پور ضلع سہارنپور دونوں ہی کا ذکر مقصود ہے) جو لوگ حضرت مولانا فضل احمد صاحب سے بیعت ہیں گویا ان کا تعلق حضرت گنگوہی رح سے ایک واسطہ سے ہے اور ان کی سند "سند عالی" ہے۔

ہاپڑ (یو۔پی) کے بعد اپنے گاؤں رائے پور ضلع جالندھر آ گئے اور اپنے مدرسہ کا اہتمام سنبھال لیا یہ بات ۱۹۰۵ء کے لگ بھگ کی ہے۔ پھر اس وقت سے لے کر ۱۹۴۷ء تک تقریباً نصف صدی اس خوش اسلوبی کے ساتھ کام کیا کہ سارے پنجاب کو عموماً اور ضلع جالندھر کو خصوصاً پورے ملک میں سیاسی و دینی بارے میں ایک۔ خصوصی مقام دے دیا۔ ان کے چند سال بعد حضرت مولانا حافظ مفتی فقیر اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رح کے ساتھ حضرت شیخ الہند رح سے خصوصی تربیت و تعلیم حاصل کر کے اس مدرسہ رائے پور میں تشریف لے آئے اور ان کی طرح بس یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اور اپنے آپ کو مدرسہ کے لئے وقف کر دیا۔ حضرت مفتی صاحب کا دو سال قبل رمضان المبارک میں منٹگمری میں انتقال ہوا۔ جامعہ رشیدیہ منٹگمری کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب اور مولانا

حبیب اللہ صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ دونوں آپ کے صاحبزادہ ہیں۔ حضرت مولانا قاری لطف اللہ صاحب شہید ختم نبوت بھی آپ کے صاحبزادے تھے۔

ان دونوں بزرگوں کے "قران السعدین" سے مدرسہ رشیدیہ۔ صابریہ نے ایسے ایسے رجال کار اور عظیم المرتبت انسان پیدا کئے کہ برعظیم پاک و ہند کی تاریخ ان کا تذکرہ کئے بغیر ادھوری رہے گی حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ، حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی رح حضرت مولانا عبدالجبار ابوہری رح حضرت مولانا محمد انوری مدظلہ، حضرت مولانا محمد علی جالندھری حضرت مولانا رشید احمد سلفی، بانی مدرسہ سلفیہ مدینہ منورہ (مدینہ کے موجودہ گورنر اور مدینہ کے کئی مشائخ و علماء مدرسہ سلفیہ اور مولانا رشید احمد رح کے تربیت یافتہ ہیں) یہ سب حضرات اسی مدرسہ رشیدیہ اور ان حضرات سے پڑھے ہیں۔ مدرسہ صابریہ رشیدیہ دراصل صبر و استقامت اور رشد و ہدایت کی ایک طویل کہانی ہے۔ جس کی یہاں گنجائش نہیں۔

صابر۔ شاکر۔ ذاکر۔ شاغل

ایسے علماء جو علم کا بار لئے پھرتے ہیں۔ مگر علم کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتے۔ علماء کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علماء کے متعلق سخت وعید فرمائی ہے۔ اور قرآن پاک میں ان لوگوں کو جو تورات کو بظاہر اٹھائے پھرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کے متعلق فرمایا ہے لم یحملوا "کہ انہوں نے نہیں اٹھایا" مطلب یہ کہ تورات کے منشاء پر عمل نہیں کرتے۔ گدھوں سے تشبیہ دی ہے جو بوجھ اٹھاتا ہے کہ جو لوگ علم کو حاصل کر کے اس پر عمل نہیں کرتے گدھوں کی مانند ہیں۔ علم کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے حامل میں خشیت ن پیدا کر کے اور اس کی روح و قلب کو مہذب بنا دے۔

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء (القرآن) اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔

مولانا روم رح فرماتے ہیں۔

علم را برتن زنی مارے بود
علم را بر جان زنی یارے بود

علم اگر روح کی زیبائش و آرائش کے لئے ہو تو وہ دوست ہے لیکن جسم کی زیب و زینت کے لئے ہو تو سانپ ہے۔ حضرت مولانا فضل احمد رح تقویٰ و طہارت۔ سادگی و قناعت، ایثار و توکل۔ صبر و شکر میں اپنی مثال آپ تھے۔ ساری عمر توکلاً علی اللہ کام کیا۔ مدرسہ کا کوئی سفیر۔ اشتہار یا اپیل نہیں تھی۔ سوائے ایک دفعہ کے کبھی جلسہ نہیں کیا۔ اس کے باوجود مدرسہ میں بیرونی طلبہ کی تعداد ڈیڑھ پونے دو صد تک ہوتی رہی۔ حالانکہ مدرسہ شہروں سے دور اور رسل و رسائل کے وسائل نہیں رکھتا تھا۔ قریب ترین سٹیشن نکودر آٹھ میل دور تھا۔ ساری عمر تقریر نہ آپ نے کی اور نہ ہی مفتی صاحب نے نہ ہی حضرت حافظ صاحب رح نے اور نہ ہی ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا عبدالعزیز نے شہرت و ناموری۔ اشتہار و ریا کاری سے دور بھاگتے تھے۔ اس کے باوجود خطیب اعظم سید عطاء اللہ بخاری رح رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان رح استاذ العلماء مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ اور خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی جیسے لوگ ان حضرات کے قدموں کی خاک کو اپنے لئے اکسیر اور سرمہ بصیرت سمجھتے رہے ایسے ہی لوگوں کے متعلق کہا گیا ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ساری عمر درس و تدریس میں گزار دی اور اس کے ساتھ ذاکر شاغل بھی تھے۔ بلکہ اگر کہا جائے۔ تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ کہ ذکر و شغل اور درس و تدریس میں کسی پہلو کا پلہ بھاری تھا۔ صبر و استقامت کا پہاڑ تھے۔ دو بیٹے علم و عمل سے مزین زہد و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ مولانا رشید احمد اور مولانا حافظ مقبول احمد عین شباب کے عالم میں بوڑھے باپ کا ساتھ چھوڑ گئے۔ لیکن صبر و استقامت کے اس پہاڑ میں ذرا جنبش نہیں ہوئی اللہ کی رضا پر صبر و شکر کیا۔ دونوں بیٹوں کی یکے بعد دیگرے وفات پر بڑے بڑے صاحب دل حضرات کا دل ہل گیا۔ اور کلیجہ شق ہو گیا۔ مگر یہاں سمندر کی سی گہرائی اور سکون و سکوت اور پہاڑ کے سے استقامت و استقلال کا سماں رہا۔

۱۱ر نومبر ۱۹۶۴ء صبح چار بجے تہجد کے لئے اٹھے۔ خادم کو ہدایت کی۔ کہ جلدی پانی لاؤ۔ کہیں تہجد قضا نہ ہو جائے خادم پانی لے کر آیا تو بے ہوش ہو چکے تھے۔ اس کے بعد چند سانس لئے۔ اور جان۔ جان آفریں کے سپرد کر دی۔

چیچہ وطنی سے پانچ میل دور عصر کے وقت تک تقریباً دو ہزار افراد کا اجتماع ہو چکا تھا۔ تاکہ اس مرد مومن کے جنازے میں شرکت کی سعادت ہو سکے۔ اس اجتماع میں اکثریت علماء حفاظ اور نیک لوگوں کی تھی۔ بورے والہ۔ عارف میاں چنوں۔ منٹگمری۔ ملتان۔ لائلپور تک سے لوگ آ گئے تھے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب حضرت مولانا محمد انوری۔ حضرت مفتی زین العابدین حضرت مولانا محمد شریف لائلپوری۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

روحانی اولاد ہزاروں کی تعداد میں اور صلبی اولاد ایک پوتا مولوی حافظ رشید احمد ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو صحیح جانشین بنائے۔ آمین

دعائے صحت

حضرت مہتمم صاحب کی آنکھ کا اپریشن

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی بائیں آنکھ کا کامیاب اپریشن ۹ر دسمبر کو گاندھی آئی ہسپتال علی گڈھ میں مشہور ماہر چشم سرجن ڈاکٹر گپتا نے کیا تھا۔ قارئین کرام اور حضرت مدظلہ کے متوسلین سے درخواست ہے کہ نظر کی بحالی اور صحت یابی کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرت مدظلہ کا قیام ابھی تین ہفتہ تک ہسپتال ہی میں رہیگا۔ علی گڈھ کا پتہ یہ ہے :

روم نمبر ا۔ نقوی بلاک۔ گاندھی آئی ہسپتال علیگڈھ

(مولانا) محمد عبدالحق۔ انچارج دفتر اہتمام

دارالعلوم دیوبند

ایم عبدالرحمٰن (لودھیانوی) شیخوپورہ

آیتِ مباہلہ کی تفسیر

نصاریٰ (عیسائی) اس بات پر آنحضرتؐ سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰؑ بندہ نہیں اللہ کا بیٹا ہے۔ آخر کہنے لگے کہ اگر وہ اللہ کا بیٹا نہیں تو تم بتاؤ کس کا بیٹا ہے اس کے جواب میں یہ آیت اُتری۔ کہ آدمؑ کا نہ باپ تھا نہ ماں، عیسیٰؑ کے باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے؟ اس حساب سے تو آدمؑ کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے پر زیادہ زور دینا چاہئے حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالےٰ نے فرمایا وہی حق ہے جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جو بات تھی بلاکم و کاست سمجھا دی گئی۔

اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا کہ نجران کے نصاریٰ اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو اُن کے ساتھ مباہلہ کرو جس کی زیادہ مؤثر اور مکمل صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑ گڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ یہ مباہلہ کی صورت پہلے ہی قدم پر اس بات کا اظہار کر دے گی۔ کہ کون فریق کس حد تک خود اپنے دل میں اپنی صداقت و حقانیت پر وثوق و یقین رکھتا ہے چنانچہ دعوت مُباہلہ سُن کر وفد نجران نے مہلت لی کہ ہم آپس میں مشورہ کرکے جواب دیں گے۔ آخر مجلس مشاورت میں ان کے ہوش مند و تجربہ کار ذمہ داروں نے کہا کہ اے گروہِ نصاریٰ! تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمدؐ نبی مُرسل ہیں اور حضرت مسیحؑ کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کُن باتیں کہی ہیں تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا کچھ بعید نہیں یہ وہی نبی ہوں پس ایک نبی سے مباہلہ و ملاعنہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہی نکل سکتا ہے۔ کہ اُن کا کوئی چھوٹا بڑا ہلاکت یا عذاب

اثر نسلوں تک پہنچ کر رہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کرکے اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں کیونکہ ہم میں سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی طاقت نہیں" یہی تجویز پاس کرکے حضورؐ کی کی خدمت میں پہنچے آپ حضرت حسنؓ، حُسینؓ، فاطمہؓ، علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے باہر تشریف لا رہے تھے۔ یہ نورانی صورتیں دیکھ کر اُن کے لاٹ پادری نے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں۔ جن کی دُعا پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے سرکا سکتی ہے۔ ان سے مباہلہ کرکے ہلاک نہ ہو۔ ورنہ ایک نصرانی زمین پر باقی نہ رہے گا آخر انہوں نے مقابلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کرکے واپس چلے گئے

حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر مباہلہ کرتے تو وادی آگ بن کر اُن پر برستی اور خدا تعالیٰ نجران کا بالکل ستیا ناس کر دیتا ایک سال کے اندر اندر تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔

آیت مُباہلہ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ (پ۳ رکوع ۱۴)

ترجمہ۔ پھر جو کوئی تجھ سے اس قصہ میں جھگڑا کرے بعد اس کے کہ تیرے پاس سچی خبر آچکی، تو تو کہدے ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان بُلائیں پھر ہم سب التجا کریں اور اُن پر اللہ کی لعنت کریں۔ کہ جو جھوٹے ہیں۔

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ج وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ (پ۳ رکوع ۱۴)

ترجمہ ... سچا بیان ...

اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اللہ جو ہے وہی زبردست اور حکمت والا ہے پھر اگر پھر جائیں تو بیشک اللہ فساد کرنے والوں کو جانتا ہے۔

مطلب

دعوت مُباہلہ کے ساتھ تبلا دیا۔ کہ مُباہلہ اُس مسئلہ پر کیا جاتا تھا۔ کہ جو کچھ حضرت مسیحؑ کے متعلق قرآن میں بیان ہُوا وہی سچا بیان ہے۔ اور خدا کی بارگاہ ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے وغیرہ کے تعلقات سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت و حکمت سے جھوٹے اور سچے کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا۔ جو اُس کے حسب حال ہو۔ اگر نہ دلائل سے مانیں نہ مُباہلہ پر آمادہ ہوں تو سمجھ لو کہ احقاق حق مقصود نہیں نہ دل میں اپنے عقائد کی صداقت پر وثوق ہے محض فتنہ و فساد ہی پھیلانا پیش نظر ہے تو خوب سمجھ لیں کہ سب مفسدین اللہ کی نظر میں ہیں (شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ)

(۲) از تفسیر ابن کثیر

حضرت باری جَلَّ اِسْمُهٗ وَعَلَا قُدْرَهٗ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا تو صرف باپ نہ تھا اور میں نے اُنہیں پیدا کر دیا تو کیا اچنبھا ہے؟ میں نے حضرت آدمؑ کو تو اُن سے پہلے پیدا کیا تھا حالانکہ اُن کا بھی باپ نہ تھا بلکہ ماں بھی نہ تھی۔ مٹی سے پُتلا بنایا اور کہدیا آدم ہو جا۔ اُسی وقت ہوگیا پھر مجھ پر صرف ماں سے پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ جب کہ بغیر ماں اور باپ کے بھی میں نے پیدا کر دیا۔ پس اگر صرف باپ نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ خدا کا بیٹا کہلانے کے مستحق ہوسکتے ہیں۔ تو حضرت آدمؑ بطریق اولیٰ اس کا استحقاق رکھتے ہیں اور اُنہیں خود تم بھی نہیں مانتے پھر حضرت عیسیٰؑ کو اس درجہ سے بطور اولیٰ ہٹانا چاہئے کیونکہ اِبنیت کے دعوے کا بُطلان اور فساد یہاں اُس سے بھی زیادہ ظاہر ہے یہاں ماں تو ہے وہاں تو نہ ماں تھی نہ باپ۔

یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ جل جلالہ کی کامل قدرتوں کا ظہور ہے کہ آدمؑ کو بغیر مرد و عورت کے پیدا کیا اسی لئے نمونہ دیکھ ... فرمایا۔ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً

لِّلنَّاسِ ۔ ترجمہ ۔ ہم نے عیسیٰؑ کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کا نشان بنایا۔

اور یہاں فرمایا ہے کہ عیسیٰؑ کے بارے میں خدا کا سچا فیصلہ یہی ہے ۔ اس کے سوا اور کچھ کمی زیادتی کی گنجائش ہی نہیں ہے ۔ کیوں کہ حق کے بعد گمراہی ہوتی ہے ۔ پس تجھے اے نبی ! ہرگز ان شکی لوگوں میں نہ ہونا چاہئے ۔ اللہ رب العالمین اس کے بعد اپنے نبی کو حکم دیتا ہے ۔ کہ اگر اس قدر واضح اور کامل بیان کے بعد بھی کوئی شخص تجھ سے عیسیٰؑ کے بارے میں جھگڑے تو انہیں مباہلہ کی دعوت دے کہ ہم فریقین معہ اپنے بیٹوں ۔ بیویوں کے مباہلہ کے لئے نکلیں اور خدا کو عاجزی کے ساتھ کہیں کہ خدایا ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو اس پر تو اپنی لعنت نازل فرما

اس مباہلہ کے نازل ہونے کا سبب نجران کے نصاریٰ کا وفد تھا ۔ یہ لوگ یہاں آکر حضورؐ سے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے ۔ اُن کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ خدائی کے حصہ دار اور خدا کے بیٹے ہیں پس اُن کی تردید اور اُن کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں

اس وفد میں چودہ سردار تھے لیکن اُن میں بڑے سردار تین شخص عاقب جو امیر قوم تھا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا اور صاحب مشورہ ۔ تھا اور اُسی کی رائے پر یہ لوگ مطمئن ہو جاتے تھے اور سید جو ان میں لاٹ پادری تھا اور مدرس اعلیٰ تھا یہ بنو بکر بن وائل کے عرب قبیلہ میں سے تھا لیکن نصرانی بن گیا تھا ۔ اور رومیوں کے ہاں اُس کی بڑی آؤ بھگت تھی اس کے لئے انہوں نے بڑے بڑے گرجے بنا دئے تھے ۔ اور اُس کے دین کی مضبوطی دیکھ کر اُس کی بہت کچھ خاطر مدارات اور عزت کرتے تھے ۔ یہ شخص حضورؐ کی صفت و شان سے واقف تھا ۔ اور اگلی کتابوں میں آپ کی صفتیں پڑھ چکا تھا ۔ دل سے آپ کی نبوت کا قائل تھا ۔ لیکن نصرانیوں میں جو اُس کی تکریم و تعظیم تھی اور وہاں جو جاہ و منصب اُسے حاصل تھا ۔ اُس کے چھن جانے کے خوف سے راہ حق کی طرف نہیں آتا تھا ۔

غرض یہ وفد مدینہ میں رسول خداؐ کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا آپ اُس وقت عصر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے ۔ یہ لوگ نفیس پوشاکیں پہنے ہوئے تھے ۔ خوبصورت نرم چادریں اوڑھے ہوئے تھے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ جیسے بنو حارث بن کعب کے خاندان کے لوگ ہوں اُن کی نماز کا وقت آگیا تو آپ کی اجازت سے انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے مسجد نبوی ہی میں اپنے طریق پر نماز ادا کر لی ۔ بعد نماز کے حضورؐ سے اُن کی گفتگو ہوئی ۔ اُدھر سے بولنے والے تین شخص تھے حارثہ بن علقمہ عاقب یعنی عبدالمسیح اور سید یعنی الایہم ۔ یہ گو شاہی مذہب پر تھے لیکن کچھ امور میں اختلاف رکھتے تھے ۔ حضرت مسیح کے متعلق تینوں ہم خیال تھے یعنی وہ خود خدا ہے ۔ اور خدا کا لڑکا ہے ۔ اور تین میں کا تیسرا ہے اللہ اُن کے اس ناپاک قول سے مُبّرا ہے اور بہت ہی بلند و بالا ہے ۔ تقریباً تمام نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے مسیح کے خدا ہونے کی دلیل تو اُن کے پاس یہ تھی کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا تھا ۔ اندھوں، کوڑھیوں اور بیماروں کو شفا دیتا تھا ۔ غیب کی خبریں دیتا تھا اور مٹی کی چڑیا بنا کر پھونک مار کر اڑا دیا کرتا تھا جواب اس کا یہ ہے ۔ کہ ساری باتیں اُس سے خدا کے حکم سے سرزد ہوتی تھیں ۔ اس لئے کہ خدا کی نشانیاں خدا کی باتوں کے سچ ہونے پر اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت پر قائم ہو جائیں خدا کا لڑکا ماننے والوں کی حجت یہ یہ تھی کہ اُن کا بظاہر کوئی باپ نہ تھا اور گہوارہ میں سے بولنے لگے تھے یہ باتیں بھی ایسی ہیں کہ اُن سے پہلے دیکھنے میں ہی نہ آئی تھیں ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی خدا کی قدرت کی نشانیاں تھیں تاکہ لوگ خدا کو اسباب کا محکوم اور عادت کا محتاج نہ سمجھیں

اور تین میں کا تیسرا اس لئے کہتے تھے کہ اُس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے ہم نے اپنا امیر اپنی مخلوق میں کیا ۔

پس اگر خدا اکیلا ہی ہوتا تو یوں نہ فرماتا میں نے میرا امر میری مخلوق کیا میں نے فیصلہ کیا ۔ پس ثابت ہوا ۔ کہ خدا تین ہیں خود خدا اور عیسیٰ اور مریم

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کا لفظ صرف بڑائی کے لئے اور عظمت کے لئے ہے ۔ خدا تعالیٰ ان ظالموں اور منکروں کے قول سے پاک اور بلند ہے اُن کے تمام عقائد کا بطلان قرآن کریم میں اُترا ۔

جب یہ تینوں پادری حضورؐ سے بات چیت کر چکے تو آپ نے فرمایا ۔ تم مسلمان ہو جاؤ ۔ انہوں نے کہا ہم تو ماننے والے ہیں ہی ، آپ نے فرمایا نہیں نہیں تمہیں چاہئے کہ اسلام قبول کر لو وہ کہنے لگے ۔ ہم تو آپ سے پہلے کے مسلمان ہیں فرمایا نہیں تمہارا یہ اسلام قبول نہیں اس لئے کہ تم خدا کی اولاد مانتے ہو صلیب کی پوجا کرتے ہو خنزیر کھاتے ہو ، انہوں نے کہا اچھا پھر یہ تو فرمائیے ۔ کہ حضرت عیسیٰ کا باپ کون تھا حضورؐ تو اس بات پر خاموش رہے ۔ اور سورہ آل عمران کی شروع سے لے کر اسّی سے اوپر اوپر تک کی آیتیں اُن کے جواب میں نازل ہوئیں

اس مباہلہ کی آیت کو پڑھ کر آنحضرتؐ نے فرمایا اگر نہیں مانتے تو آؤ مُباہلہ کے لئے نکلو ۔ یہ سُن کر وہ کہنے لگا ۔

اے ابو القاسم ! ہمیں مہلت دیجئے ۔ کہ ہم آپس میں مشورہ کرلیں پھر تمہیں اس کا جواب دیں گے ۔ اب تنہائی میں بیٹھ کر انہوں نے عاقب سے مشورہ لیا جو بڑا دانا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا اُس نے اپنا حتمی فیصلہ ان الفاظ میں سنایا کہ اے جماعت نصاریٰ ! تم نے یقین کے ساتھ اتنا تو معلوم کر لیا ہے ۔ کہ حضرت محمدؐ خدا کے سچے رسول ہیں اور یہ بھی تم جانتے ہو ۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کی حقیقت وہی ہے جو محمدؐ کی زبانی تم سن چکے ہو اور تمہیں بخوبی علم ہے کہ جو قوم نبی کے ساتھ ملاعنہ کرتی ہے نہ اُن کے بڑے باقی رہتے ہیں ۔ نہ چھوٹے بڑے ہوتے ہیں بلکہ سب کے سب جڑ بنیاد سے اُکھڑ کر پھینک دئیے جاتے ہیں ۔ یاد رکھو اگر تم نے مباہلہ کے لئے قدم بڑھایا تو تمہارا ستیاناس ہو جائے گا ۔ پس یا تو تم اسی دین کو قبول کر لو ۔ اور اگر کسی طرح ماننا چاہتے ہی نہیں ہو اور اپنے دین اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اپنے ہی خیالات پر قائم رہنا چاہتے ہو ۔ تو آپؐ سے صلح کر لو اور اپنے وطن کو لوٹ جاؤ ۔

چنانچہ یہ لوگ یہ صلاح مشورہ کر کے پھر نبیؐ کے دربار میں حاضر ہوئے ۔ اور کہنے لگے اے ابو القاسم ! ہم آپ سے ملاعنہ کرنے کے لئے تیار نہیں آپ اپنے دین پر رہئے اور ہم اپنے خیالات

پر ہیں۔ لیکن آپ ہمارے ساتھ اپنے صحابیوں میں سے کسی ایسے شخص کو بھی بھیج دیجئے جن سے آپ خوش ہوں کہ وہ ہمارے مالی جھگڑوں کا ہم میں فیصلہ کردیں آپ لوگ ہماری نظروں میں بہت پسندیدہ ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا اچھا دوپہر کو تم پھر آنا۔ میں تمہارے ساتھ مضبوط امانت دار کو کردوں گا حضرت عمرؓ بن خطابؓ فرماتے ہیں۔ میں نے کسی دن سردار بننے کی خواہش نہیں کی سوائے اُس دن کے، صرف اس خیال سے کہ حضورؐ نے جو تعریف کی ہے اُس کا مصداق خدا کے نزدیک میں بن جاؤں، اسی لئے میں اُس روز سویرے سویرے ظہر کی نماز کے لئے چل پڑا، حضورؐ تشریف لائے نماز ظہر پڑھائی پھر دائیں بائیں نظریں دوڑانے لگے میں بار بار اپنی جگہ اونچا ہوا کرتا تھا۔ تاکہ آپ کی نگاہیں مجھ پر پڑیں۔ آپ بغور دیکھتے ہی رہے یہاں تک کہ نگاہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ پر پڑیں انہیں طلب فرمایا۔ اور کہا کہ ان کے ساتھ جاؤ اور ان کے اختلافات کا فیصلہ حق سے کردو۔ چنانچہ حضرت عبیدہؓ اُن کے ساتھ گئے۔

"صحیح بخاری شریف میں بروایت حضرت حذیفہؓ مروی ہے۔ نجرانی سردار عاقب اور سید ملاعنہ کے ارادہ سے حضورؐ کے پاس آئے لیکن ایک نے دوسرے سے کہا۔ یہ نہ کر، خدا کی قسم اگر یہ نبی ہیں۔ اور ہم نے ان سے ملاعنہ کیا۔ تو ہم اپنی اولادوں سمیت تباہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ پھر دونوں نے متفق ہوکر کہا کہ حضرت! آپ ہم سے جو طلب فرماتے ہیں۔ ہم وہ سب ادا کردیں گے یعنی جزیہ دینا قبول کرلیا۔ آپ ہمارے ساتھ کسی امین شخص کو کر دیجئے اور امین ہی کو بھیجنا بھی، آپؐ نے فرمایا بہتر، میں تمہارے ساتھ پورے اور کامل امین کو بھیجوں گا اصحاب رسولؐ اِدھر اُدھر سے تکنے لگے۔ کہ دیکھیں حضورؐ کے انتخاب کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا اے ابو عبیدہ بن جراح! تم کھڑے ہو جاؤ۔ جب یہ کھڑے ہوئے تو آپؐ نے فرمایا یہ ہیں اس اُمت کے امین"

جن نصرانیوں کو مُباہلہ کی دعوت دی گئی تھی۔ اگر وہ حضورؐ کے مقابلے کے لئے نکلتے تو لوٹ کر اپنے مالوں کو اور اپنے بال بچوں کو نہ پاتے۔

(از تفسیر ابن کثیر)

حضرت شیخ الہند کا حاشیہ

قرآن نے یہ نہیں بتلایا کہ مباہلہ کی صورت نبی کریمؐ کے بعد بھی کی جاسکتی ہے اور یہ کہ مباہلہ کا اثر کیا ہمیشہ وہی ظاہر ہونا چاہئے جو آپ کے مباہلہ میں ظاہر ہونے والا تھا بعض سلف کے طریق عمل اور بعض فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مُباہلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے۔ مگر اُن چیزوں میں جن کا ثبوت بالکل قطعی ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ مُباہلہ میں بچوں اور عورتوں کو بھی شریک کیا جائے نہ مُباہلین پر اُس قسم کا عذاب آنا ضروری ہے جو پیغمبرؐ کے مباہلہ پر آتا بلکہ ایک طرح کا اتمام حجت کرکے بحث و جدال سے الگ ہو جانا ہے اور میرے خیال میں مباہلہ ہر ایک کاذب کے ساتھ نہیں صرف کاذب مُعاند کے ساتھ ہونا چاہئے۔

پہلے نقل کیا جا چکا ہے کہ حضورؐ نے جب وفد نجران کو کہا اَسْلِمُوْا یعنی مسلم بن جاؤ۔ تو کہنے لگے۔ اَسْلَمْنَا (ہم مسلم ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی طرح اُن کو بھی مسلم ہونے کا دعویٰ تھا اسی طرح جب یہود و نصاریٰ کے سامنے توحید پیش کی جاتی تو کہتے کہ ہم بھی خدا کو ایک مانتے ہیں۔ بلکہ ہر مذہب والا کسی نہ کسی رنگ میں اوپر جاکر اقرار کرتا ہے۔ کہ بڑا خدا ایک ہی ہے یہاں اسی طرف توجہ دلائی گئی کہ بنیادی عقیدہ (خدا کا ایک ہونا اور اپنے آپ کو مسلم ماننا) جس پر ہم دونو متفق ہیں ایسی چیز ہے جو ہم سب کو ایک کرسکتا ہے بشرطیکہ آگے چل کر اپنے تصرف اور تحریف سے اُسکی حقیقت بدل نہ ڈالیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ جس طرح زبان سے مسلم و موحد کہتے ہو حقیقتہً و عملاً بھی اپنے کو تنہا خدائے وحدہ لاشریک لہ کے سپرد کردو، نہ اُس کے سوا کسی کی بندگی کرو نہ اُس کی صفات خاصہ میں کسی کو شریک ٹھہراؤ، نہ کسی اور عالم، فقیر، پیر، پیغمبر کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو صرف رب قدیر کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔ مثلاً کسی کو اُس کا بیٹا، پوتا بنانا یا نصوص شریعت سے قطع نظر کرکے محض کسی کے حلال و حرام کردینے پر اشیاء کی حلت و حرمت کا مدار رکھنا۔ یہ سب اُمور دعوئے اسلام و توحید کے منافی ہیں۔ تم دعوئے اسلام و توحید کرکے پھر گئے۔ ہم بحمداللہ اُس پر قائم ہیں کہ اپنے کو محض خدائے واحد کے سپرد کردیا ہے۔ اور اُسی کے تابع فرمان ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

نعت شریف

زاہد الحسن زاہد

در پاک پہ آکے جاؤں نہ خالی
سلاطین کے سلطان مدینے کے والی

نگاہوں میں ہو سبز گنبد ہمیشہ
کبھی اس کی چوکھٹ کبھی اس کی جالی

نہ کیوں خلق احمد کے صدقے میں جاؤں
دعائیں نہیں دیں جو دیتے تھے گالی

در مصطفیٰ پہ اگر موت آئے
گنہگار سمجھے گا جنت ہی پالی

حضورؐ! آپ کی ہیں سخاوت کے قربان
دو عالم کے آقا مگر پیٹ خالی

میرا اس صداقت پہ ایمان ہے کامل
کہ بعد از خدا آپؐ ہیں سب سے عالی

ہو زاہد پہ بھی چشم الطاف شاہا
شفاعت کا یہ آپ کی ہے سوالی

عیسائی کا قبول اسلام

۱۱ دسمبر اکال گڑھ مولانا محمد اقبال نعمانی خطیب جامع مسجد مرکزی کے ہاتھ پر ایک قادر مسیح نامی شخص نے بعد از نماز جمعہ اسلام قبول کیا اس نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ مجھے کسی قسم کا لالچ نہیں ہے کیونکہ میں برسر روزگار ہوں۔ چونکہ اسلام کے اصول مجھے پسند آگئے ہیں۔ اس لئے میں برضا و رغبت اسلام قبول کرتا ہوں۔ اس کا اسلامی نام عبدالقادر رکھا گیا۔ احباب دعا کریں کہ اللہ کریم اس کو استقامت فی الدین عنایت فرمائے

ادارہ

بہادرانِ اسلام

حضرت ثابت بن قیسؓ

نام وغیرہ

آپ کا نام ثابتؓ، کنیت ابو محمد، لقب خطیب رسول اللہؐ قبیلہ خزرج اور خاندان طے سے ہیں۔

اسلام

ہجرت سے قبل شرفِ اسلام حاصل کیا

غزوات اور دیگر حالات

حضورؐ جب مدینے تشریف لائے۔ تو سارا شہر خیر مقدم کو نکل آیا۔ اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے جو تاریخی خطبہ دیا ہے۔ اس کا نمونہ دیکھئے!

نمنعك فيما نمنع منه انفسنا و اولادنا، فيمالنا؟ ہم ہر اس چیز سے آپ کی حفاظت کریں گے۔ جس سے اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں۔ لیکن ہم کو اس کا کیا معاوضہ ملے گا؟

قال الجنة۔ حضورؐ نے فرمایا "جنت"۔

قالوا رضينا۔ سارے مجمع نے متفقہ آواز اٹھائی ہم سب راضی ہیں"

غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ اصحاب مغازی نے اگرچہ ان کو اہل بدر میں شامل نہیں کیا لیکن علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یہی رائے ظاہر کی ہے۔

باقی تمام معرکوں میں ان کی شرکت پر تمام مورخ متفق ہیں۔

مریسیع کی جنگ میں جو ۵ھ میں واقع ہوئی حضرت جویریہؓ (ام المومنین) اسیر ہوکر حضرت ثابت اور ان کے ابن عم کے حصے میں آئی تھی۔ انہوں نے ۹ اوقیہ سونے پر مکاتب بنایا۔ حضرت جویریہؓ نے حضورؐ سے مدد طلب کی آپؐ نے رقم مذکور ادا کرکے ان کو ہمیشہ کے لئے غلامی سے نجات دلائی اور اپنے حبالہ عقد میں لے لیا۔

۹ھ میں بنو تمیم کا وفد آیا۔ اور بدویانہ طریقے پر حضورؐ کے دروازے پر آکر آواز دی۔ کہ "محمدؐ باہر نکلو" آپ باہر تشریف لائے تو بات چیت کے بعد عطارد بن حاجب کو کھڑا کیا کہ تمیم کے مرتبے سے حضورؐ کو آگاہ کرے عطارد اس قبیلے کا مشہور خطیب تھا۔ اس کی تقریر ختم ہوئی تو حضورؐ نے ثابت کو حکم دیا کہ "تم اس کا جواب دو" حضرت ثابتؓ نے ایسی فصیح و بلیغ تقریر فرمائی کہ اقرع بن حابس بول اٹھا" اپنے باپ کی قسم ان (مسلمانوں) کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے"۔ اسی سال مسیلمہ کذاب بنو حنیفہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مدینے آیا۔ حضورؐ ثابتؓ کو لے کر اس کے پاس گئے مسیلمہ نے کہا۔

"اگر اپنے بعد مجھ کو خلیفہ بناؤ تو ابھی تمہارا اتباع کرتا ہوں"

حضورؐ نے فرمایا۔" خلافت تو بڑی چیز ہے۔ میں تجھ کو یہ چھڑی دینا بھی گوارا نہیں کرسکتا۔ خدا نے تیرے متعلق جو فیصلہ دیا ہے وہ ہوکر رہے گا۔ میں تیرے انجام کو خواب میں دیکھ چکا ہوں زیادہ گفتگو کی ضرورت ہو تو ثابتؓ موجود ہیں ان سے پوچھ! اب میں جاتا ہوں"

۱۱ھ میں حضورؐ نے انتقال فرمایا انصار سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کو خبر ہوئی تو حضرت عمرؓ وغیرہ کو لے کر پہنچے۔ اس موقع پر حضرت ثابتؓ نے حسب ذیل خطبہ دیا۔

اما بعد! فنحن انصار الله وكتيبة الاسلام! وانتم معاشر المهاجرين رهط وقد دفت دافة من قومكم فاذا هم يريدون ان يختزلونا من اصلنا وان يخضنونا من الامر

ہم خدا کے (دین کے) مددگار ہیں اور اسلام کی فوج ہیں اور مہاجرین معدودے چند ہیں۔ تعجب ہے کہ اس پر بھی کچھ لوگ ہم کو خلافت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔

"تم نے جو کچھ کہا بالکل صحیح ہے۔ تاہم قریش کے سوا کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہوسکتا"

اسی سال طلیحہ پر فوج کشی ہوئی حضرت خالدؓ اس مہم کے افسر تھے۔ انصار حضرت ثابتؓ کے ماتحت کئے گئے۔

وفات

۱۲ھ میں مسیلمہ کذاب سے مقابلہ ہوا حضرت ثابتؓ اس میں شریک تھے۔ جب مسلمانوں کو شکست ہوئی اور حضرت انسؓ نے آکر کہا۔ چچا! آپ نے دیکھا؟ آپ اس وقت خوشبو مل رہے تھے، بولے۔ لڑنے کا طریقہ یہ نہیں۔ ہم لوگ حضورؐ کے زمانے میں اس طرح نہیں لڑتے تھے"۔ اس کے بعد اُٹھے اور خندق کھود کر نہایت بے جگری سے لڑے۔ اور مرتبہ شہادت حاصل کیا

بدن پر زرہ نہایت عمدہ تھی، ایک مسلمان نے اتار لی۔ ثابتؓ ایک اور شخص کو خواب میں ملے اور کہا۔ "فلاں نے میری زرہ لی ہے تم خالد سے کہو کہ اس سے وصول کریں اور مدینے پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ سے کہنا کہ ثابتؓ پر اتنا قرض ہے۔ وہ اس زرہ سے ادا کریں اور میرا فلاں غلام آزاد کردیں" حضرت خالدؓ اور حضرت ابوبکرؓ نے اس وصیت پر عمل کیا۔ حضرت انسؓ اس کے راوی ہیں۔

اخلاق

احترام نبوت ان کی سیرت کا عنوان جلی ہے۔ ایک دن حضورؐ نے ان کو غائب پاکر دریافت حال کے لئے آدمی بھیجا۔ اس نے گھر میں جاکر دیکھا، سرنگوں بیٹھے تھے۔ پوچھنے پر کہا۔ "کیا کہوں، برا حال ہے میری آواز تیز ہے، حضورؐ کے سامنے چلا کر بولتا تھا، اب میرا سارا عمل باطل ہوگیا۔ اور جہنمی ہوگیا ہوں" (یہ آیہ" لا ترفعوا اصواتکم" کی طرف اشارہ تھا یعنی نبی کے سامنے بلند آواز سے نہ بولو) حضورؐ کو اس کی خبر ہوئی۔ تو فرمایا۔

"ثابتؓ سے کہہ دو" تم جہنمی نہیں، میں تم کو جنت کی بشارت سناتا ہوں"

حضورؐ کو ان سے جو انس تھا، اس سے ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے تو حضورؐ خود عیادت کو تشریف لے گئے۔ اور ان الفاظ میں دعائے صحت کی۔

"اذهب الباس رب الناس عن ثابت بن قيس بن شماس"۔ پروردگارِ عالم ثابت کی تکلیف دور کردے

مرتبہ: محمد عثمان غنی بی اے

علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

ماہانہ درسِ قرآن

حضرت مولانا علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم خلیفۂ مجاز حضرت شیخ التفسیرؒ و پروفیسر گورنمنٹ کالج کیمبل پور ہر انگریزی ماہ کے آخری اتوار کو صبح دس بجے بنگلہ ۱۵؍ا جامن روڈ سینٹرل پارک، واہ کینٹ میں درسِ قرآن حکیم دیا کریں گے۔ آپ کا پہلا درس مورخہ ۲۹؍ نومبر کو سورۃ فاتحہ کی ابتدائی چار آیات پر ہوا۔ جس کا قلمی ریکارڈ قارئین خدام الدین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ دوسرا درس ۲۷؍ دسمبر کو ہوگا۔ اور انشاء اللہ اسے بھی قارئین خدام الدین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے گی۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔
(مرتب)

میرے محترم دوستو اور بھائیو! اللہ کا یہ فضل و کرم ہے کہ اس نے مجھے اور آپ کو اس نہایت پاکیزہ مجلس میں حاضر ہونے کی سعادت بخشی۔ ہم سب یہاں قرآن سننے اور سنانے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

قرآن سارے کا سارا شفا اور رحمت ہے۔ اس دنیا کی زندگی، قبر کی زندگی، برزخ کی زندگی، اجتماعی زندگی، انفرادی زندگی ہر شعبہ کا بیان واضح طور پر قرآن میں موجود ہے۔ لفظ قرآن کی تشریح عربی زبان میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ایک حوض میں پانی بھر دیا جائے۔ اسی طرح قرآن بھی تمام ہدایات سے پُر ہے۔ اللہ نے کوئی ہدایت باقی نہیں چھوڑی۔ فرمایا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ اگر کوئی ہدایت باقی رہ جاتی تو کسی نئے نبی کی ضرورت ہوتی۔ یہ اسلام ہی دین ہے جس اسلام کا منبع اور مخزن قرآن ہے۔ زندگی کے ہر موڑ اور ہر راستے کی رہنمائی کے لئے قرآنی تعلیمات موجود ہیں۔ قرآن قرأت سے مشتق ہے۔ قرأت کے معنی پڑھنا۔ قرآن کے نام میں بھی اعجاز ہے۔ جب قرآن نازل ہوا اس وقت اس کے پڑھنے اور سننے والے خال خال تھے۔ کفار مکہ چاہتے تھے کہ یہ قرآن دنیا میں باقی نہ رہے اور جلد از جلد مٹ جائے حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے جب حضورؐ نے پہلی مرتبہ مردم شماری کی تو ہماری تعداد چار سو تھی۔ ہم اتنے خوش ہوئے کہ ہمیں دنیا کی کوئی طاقت نہیں مٹا سکتی۔ کفار مسلمانوں کو قرآن کے پڑھنے اور سننے سے روکتے تھے۔ ان کو کیا معلوم تھا کہ اس کا نام ہی قرآن ہے یعنی سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں جتنا قرآن پڑھا جاتا ہے اتنی پڑھی جانے والی کوئی کتاب نہیں۔ جتنی اس کی تلاوت ہوتی ہے کسی کتاب کی نہیں ہوتی۔ ہر مسلمان نماز میں قرآن پڑھتا ہے کچھ نہیں تو دس فیصد یا پانچ فیصد تو ضرور ہوں گے جو صبح تلاوت کرتے ہیں۔ جتنی تعظیم اس قرآن کی ہے کسی کتاب کی نہیں۔ لوگ احترام سے قرآن کو چومتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں۔ سر پر رکھتے ہیں۔ مکے والے تو تیار نہ تھے مگر آج دنیا کے ہر کونے میں قرآن پڑھنے والے موجود ہیں۔

امام الانبیاء جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ قرآن کی سورۃ اخلاص ایک دفعہ پڑھ لی جائے تو ایک تہائی قرآن کا ثواب ہے اور اگر تین دفعہ پڑھ لی جائے تو پورے قرآن کا ثواب ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ سورۃ والتین پڑھنے سے نصف قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۃ یٰسٓ ہے۔ ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت سورۃ الرحمٰن ہے۔ سارا قرآن کریم، اس کے معانی اور معارف سورۃ فاتحہ میں ہیں۔ مسلم اور بخاری کی حدیث قدسی میں سورۃ فاتحہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ سورت میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے میں اپنے بندے کو وہ دیتا ہوں جو وہ مانگتا ہے۔ اس سورت کی ساڑھے تین آیات میں اللہ کی حمد و ثناء ہے اور ساڑھے تین آیات میں بندہ اپنے اللہ سے اپنی دعائیں مانگتا ہے اور درخواستیں پیش کرتا ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۃ فاتحہ پڑھتے تو ہر آیت پر وقف فرماتے یا سکتہ فرماتے۔ وجہ یہ تھی کہ بندہ جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ پڑھتا ہے تو اللہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے ہر آیت پر ٹھہرا کرتے تھے۔

سورۃ فاتحہ کو السبع المثانی بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے فرمایا کہ اے میرے حبیبؐ! ہم نے تجھے سبع مثانی عطا فرمایا۔ سبع سات کو کہتے ہیں۔ اور مثانی اس کو کہتے ہیں جو بار بار پڑھی جائے۔ سورۃ فاتحہ کی ساتوں آیتیں باربار پڑھی جاتی ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ فاتحہ دو دفعہ نازل ہوئی۔ ایک دفعہ قرآن نازل ہونے سے پہلے اور ایک دفعہ پورے قرآن میں۔ قرآن کی سورتوں کے ناموں میں کوئی ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔ امت کو کوئی اختیار نہیں مثلاً آج اگر کوئی سورۂ فاتحہ کا نام بدل کر سورت نمبر ایک یا سورۂ بقرہ کا نام بدل کر سورت نمبر دو رکھ دے۔ یہ تو جن پر نازل ہوا ہے وہی نام رکھ سکتے ہیں۔ امت میں سے اور کسی کو حق نہیں۔

یہ بہت اہم سورت ہے۔ اس کے پڑھنے اور سننے کی بہت تاکید آئی ہے۔ حضورؐ نے سورۃ فاتحہ کو اُمّ القرآن یعنی قرآن کی ماں کہا ہے۔ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اگر امام کے پیچھے ہے تو امام کی قرأت ہی مقتدی کی قرأت ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو جنازے میں بھی پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔

آپ حضرات تو پڑھے لکھے اور اچھے ماحول میں رہتے ہیں اور جانتے ہی ہیں۔ کہ قرآن پڑھنے سے پہلے تعوّذ پڑھنا چاہئے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ

فَاسْتَعِذْ بِاللہ ۔ ہر چیز کے چور ہوتے ہیں۔ کتابوں کا چور کوئی طالب علم یا مولوی ہی ہوگا۔ لوہاروں کے اوزاروں کا چور کوئی لوہار ہی ہوگا۔ دفتر کے سامان کا چور کوئی دفتر کا ملازم ہی ہوگا۔ اسی طرح قرآن کا چور شیطان ہے۔ اُسے خوب معلوم ہے کہ جو قرآن پڑھ جائیں گے وہ میرے نرغے سے نکل جائیں گے۔ اس لئے قرآن پڑھنے سے پہلے اللہ کے ہاں شیطان کے مکروں سے پناہ لینا ضروری ہے۔ تلاوتِ قرآن کریم اور اس پر عمل کرنے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ شیطانی وسوسے ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے تلاوت سے پہلے اللہ تعالےٰ کی پناہ حاصل کرنے کی دعا کرے۔ شیطان کے مردود ہونے کی وجہ یہی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آخری سورۃ الناس میں ارشاد فرمایا کہ اس خطرناک وسوسہ ڈالنے والے سے پناہ طلب کرو جو خود تو نظر نہیں رہتا مگر دلوں میں شبہات ڈال دیتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہو وہ آباد گھر ہے۔ اور جہاں قرآن نہ پڑھا جائے وہ ویران گھر ہے وہاں شیطان ڈیرہ لگا لیتا ہے۔

اس کے بعد تَسْمِیَہْ ہے۔ کوئی بھی ذی شان کام اللہ کے نام کے بغیر شروع کیا جائے تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔ صحیح حدیثوں میں ہے اور ہمارا طرزِ عمل بھی ہے کہ ہم ہر عبادت کے بعد دُعا مانگتے ہیں لیکن حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ میرے جس بندے کو قرآن کی تلاوت اس حد تک مشغول رکھے کہ دعا کا بھی موقعہ نہ ملے تو اس کو میں وہ دیتا ہوں جو اُس کے دل میں ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص تلاوت میں اس قدر مشغول ہے کہ وہ دُعا مانگنے کے لئے تین چار منٹ بھی تلاوت نہیں چھوڑتا کہ میرا یہ وقت بھی تلاوت میں ہی صرف ہو' اُس کی یہ ادا اللہ کے ہاں بے حد مقبول ہے۔

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ــــ (شروع ساتھ نام اُس اللہ کے جو نہایت مہربان بخشنے والا ہے) اَلْحَمْدُ لِلہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ـ اَل (سب) کو کہتے ہیں۔ جیسے انگریزی میں آل (ALL) حمد (تعریف) ـ ل (واسطے) (یہ لام استحقاق ہے) اللہ (یہ اللہ کا اسمِ ذات ہے) رَب (پالنے والا) عالم (ماسوی اللہ کو کہتے ہیں۔ اللہ کے سوا ساری کائنات) ترجمہ یوں ہوا (تمام تعریفیں، سب حمدیں اللہ کا حق ہیں ۔ وہ اللہ جو پالنے والا ہے۔ تربیت کرنے والا ہے تمام جہانوں کا)۔

ہمارے اکابر اور علمائے اسلام نے لکھا ہے کہ تمام تعریفیں حق ہیں اللہ کا۔ اگر کوئی آدمی یہ حق سلب کرے گا تو ظلم کا مرتکب ہوگا اور "ظلم" کی تشریح قرآن نے کی ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (شرک بہت بڑا ظلم ہے) تعریف اُسی کی ہوتی ہے جو پالتا ہے۔ بڑے پیارے معنے ہیں۔ اسلام رَبّ کا فلسفہ سمجھانے کے لئے آیا ہے۔ جس چکر میں ہم آج پڑے ہیں ہر نبی نے اپنی امت کو رَبّ کا مسئلہ سمجھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بھی مشرکین سے مقابلہ کیا اور رَبّ کے مسئلہ پر اڑے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بھی فرعون کا دعویٰ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی جھٹلایا۔ اور اس کا مقابلہ کیا۔ رب وہی ہے وہی چاہے تو دشمنوں سے پکوا دے (جیسے موسیٰ علیہ السلام کو) اور چاہے تو باپ سے بھی نکلوا دے (جیسے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو) قرآن شریف میں لفظ ربّ ۲۹۰ دفعہ آیا ہے۔ ربوبیّت کا مسئلہ زیادہ اہم ہے آپ دوست جانتے ہی ہوں گے۔ اسلامی عقیدہ کے ماتحت صحیح احادیث جو تواتر کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں۔ سب کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ قبر سے مراد مٹی کا ڈھیر ہو یا دریا، جہاں بھی انسان کو دفن کیا جائے اُس کی روح کو پھر لوٹایا جاتا ہے اور اس سے تین سوال ہوتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہوتا ہے مَنْ رَبُّكَ (تیرا رب کون ہے) یہ نہیں پوچھتے تیرا مالک یا تیرا خالق کون ہے؟ سب سے پہلی وحی جو حضورؐ پر اُتری اُس کے الفاظ بھی یہ تھے۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (اُس رب کے نام سے پڑھئے جس نے پیدا کیا) نماز میں ہم بار بار رَبّ کا لفظ پڑھتے ہیں۔ پہلے سورۃ فاتحہ میں اَلْحَمْدُ لِلہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۱) پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ (۳) پھر دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (۶) = کل دس دفعہ فی رکعت ۔ غیر مؤکّدہ سنتوں اور نوافل کو چھوڑ کر فجر کی سنتوں سے لے کر عشاء کے وتروں تک ۳۲ رکعتیں بنتی ہیں لہذا اُن خوش نصیبوں کو چھوڑ کر جو ساری رکعتوں سمیت نماز پڑھتے ہیں اشراق، اوّابین اور تہجد ادا کرتے ہیں۔ ہم جیسے گنہگار دن میں ۱۰ × ۳۲ = ۳۲۰ بار اللہ تعالےٰ کو رب ماننے کا اقرار کرتے ہیں اسی طرح مہینوں' سالوں اور اپنی عمر کا حساب لگا لیں۔ مسلمانوں کے ذہن میں اللہ نے بٹھایا کہ ربّ وہ ہے تو تعریف بھی اُسی کا حق ہے۔ اللہ کی ساری تعریفیں ماننے کے بعد اُس کو رب بھی مانیں۔ جس طرح کوئی کہے کہ فلاں بڑا عالم ہے یا فلاں بڑا حسین و جمیل ہے۔ جب اُس کے علم یا حسن و جمال کی تعریف کرے گا تو اُس کی ذات کی بھی تعریف کرے گا۔ عزت، ذلّت، شفا، بیماری سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ پہلی قوموں نے جو شرک کیا تو صفات میں آکر اُلجھ گئے۔ پہلے دینوں میں اوتاروں کا سلسلہ اسی نوعیّت کا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلہِ (تمام تعریفیں حق ہیں اللہ کا) رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (وہ پالنے والا ہے سب جہانوں کا)۔ جب پالتا وہ ہے تو تعریف بھی اُسی کی ہونی چاہیئے۔ یہ تسبیح و توصیف اللہ کو اتنی پیاری ہے کہ حدیثوں میں آتا ہے کہ سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو جب چھینک آئی تو انہوں نے کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلہِ (تمام تعریفیں اللہ کا حق ہیں۔ اُسی سنّت کا حق ادا کرنے کے لئے حضورؐ نے اپنی امّت کو حکم دیا کہ جب کوئی چھینک مارے تو اَلْحَمْدُ لِلہِ کہے (سوائے مزکوم کے) تنفّس کا راستہ ناک ہے۔ ناک بڑی با اعتماد چیز ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں رسم ادا نہ کی تو ناک کٹ جائے گی۔ ہمارے تمدّن میں ناک کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جو تمہارا بھائی پاس بیٹھا ہے وہ یَرْحَمُكَ اللہ کہے (اللہ تجھ پر رحم کرے) چھینک مارنے سے بھی دو مسلمانوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ جنّتیوں کا آخری نعرہ بھی یہ ہوگا وَ اٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ـ یہ الحمد للہ رب العلمین بڑا پیارا ارشاد ہے۔

علامہ بیضاویؒ نے فرمایا۔ اسلام سے پہلے دینوں میں لوگوں نے اللہ کو سمجھنے میں غلطی کی۔ اُن لوگوں کی نظر میں سب سے زیادہ مہربان اَبْ (باپ) ہوتا تھا۔ اسی لئے وہ پیغمبروں کو خدا کے بیٹے کہتے اور خدا کو باپ۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ مثال کے طور پر کسی شخص کے بیٹے کی ٹانگ میں ناسور ہو جائے اور ڈاکٹر کے پاس لے جائیں تو ڈاکٹر کہتا ہے کہ اس کی ٹانگ کاٹوں تو بچے گا ورنہ ناسور سارے جسم

ہیں پھیل جاتے گا۔ باپ کہے گا ٹانگ نہ نہ کاٹو۔ ڈاکٹر مریض کو اپریشن تھیٹر میں لے جاتے گا اور کہے گا کہ اس بڈھے کو باہر لے جاؤ۔ معلوم ہؤا کہ آپ کی شفقت کے مقابلہ میں ڈاکٹر کی شفقت زیادہ ہے اور ربؐ تو سب سے زیادہ شفیق ہے۔ وہ جس طرح چاہے پالے معلوم ہؤا آپ سے زیادہ رب مہربان ہے۔ تو آج تک جتنی تعریفیں ہوئیں، جتنی تعریفیں ہو رہی ہیں یا ہوسکتی ہیں یا ہوں گی، سب اللہ کے لئے ہیں —— حضورؐ نے فرمایا۔ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے شفاعت کی اجازت دینگے تو میں اللہ تعالیٰ کی وہ تعریفیں کروں گا جو مجھے اب معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ اُس وقت بتائیں گے۔ معلوم ہؤا کہ تعلیم نبوّت جاری و ساری ہے۔ شفاعت کا مقام بھی اللہ کی حمد وثنا کے بعد ملتا ہے۔ اسی لئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے کا حکم ہے اوروں کی تعریف بھی ہو تو اسی لئے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے۔

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ (نہایت مہربان بخشنے والا ہے) رب العلمین مجبور نہیں۔ اُس نے اپنی رحمت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ فرمایا تمہاری تربیت بھی میری رحمت کا نتیجہ ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے مسلمانوں کو، کافروں کو، اپنے باغیوں کو اور سرکشوں کو سب کو روزی دیتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی تھی کہ اے اللہ! میری امّت کو دونوں جہانوں میں نعمتیں اور کامیابیاں عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہؤا رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے) رَحِیْم (بخشنے والا) قرآن میں آتا ہے وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا۔ اگر اُن کا عقیدہ درست رہا تو اللہ تعالیٰ اُن کے بُرے اعمال کے باوجود اُن کو بخشیں گے اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہے رحمٰن کا تعلق دنیاوی زندگی کے ساتھ اور رحیم کا تعلق اُخروی زندگی کے ساتھ ہے۔

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (مالک ہے بدلے کے دن کا) رحیمیت اور رحمانیت سے یہ نہ سمجھ لیں کہ اللہ پوچھے گا نہیں اعمال کا پورا بدلہ دینے کے لئے ایک دن مقرر فرمایا اُس دن بھی جو چاہیگا کرے گا اُس دن کوئی دوسرا کسی قسم کا دعوےٰ نہیں کرسکے گا اُس کے رحمٰن اور رحیم ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اُس کی اطاعت نہ کی جائے۔ قیامت کے دن ہر بُرے کو برائی کا اور نیکی والے کو نیکی کا بدلہ ملے گا۔ یہ ہر مسلمان کا اساسی عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا مالک ہے۔ وہ آج بھی مالک ہے۔ مگر آج جس سے پوچھو یہ ٹوپی کس کی ہے؟ کہے گا میری ہے۔ یہ کوٹ کس کا ہے؟ میرا ہے۔ یہ بنگلہ کس کا ہے؟ میرا ہے۔ یہ ملک کس کا ہے؟ میرا ہے۔ لیکن قیامت کے روز اللہ تعالیٰ پوچھیں گے لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ۔ کوئی ہے جو اس دن دم مار سکے گا؟ اس دن سارے انبیاء علیہم السلام سَلِّمْ سَلِّمْ پکارتے ہونگے (اے اللہ! سلامت رکھ، اے اللہ! سلامت رکھ۔ اے اللہ! بچا، اے اللہ! بچا) جب ہر طرف سے خاموشی اور سناٹا ہوگا تو حق تعالیٰ خود ہی فرمائیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (آج اُس بڑے اللہ کی حکومت ہے جو بڑا قہر والا ہے) قہار کا معنےٰ یہ ہے کہ چاہے کوئی مانے یا نہ مانے غالب حکومت والا۔ اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرے گا۔ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ بڑی عظمت والا ہے جس کے قبضے میں ملک ہے۔ وہ جو چاہے اُس پر قادر ہے تم کسی چیز پر قادر نہیں۔ آج اللہ کی حکومت ہے وہاں کوئی نہ بولے گا۔ اللہ تعالیٰ خود بولینگے آج اس اللہ کی حکومت ہے جو بڑے قہر والا ہے اُس کے منشاء اور مرضی کو روکنے والا آج کوئی نہیں۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

(تجھ ہی کو ہم بھی پوجتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں) عبد کہتے ہیں بندے کو۔ عبادت کا مطلب ہے وہ کام جو بندہ بننے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ عبادت کا جو مفہوم آج لیا جاتا ہے کہ اتوار کے روز کہہ دیا کہ آج عبادت کا دن ہے۔ چرچ میں چلے جائیں گے یہ عیسائیوں کا مفہوم ہے۔ عبادت کا مفہوم ہے بندہ۔ غلام۔ عبد۔ مسلمان تو ہر وقت عبادت میں ہے۔ اگر وہ پیشاب کرنے کو جاتا ہے اور نیّت یہ ہوتی ہے کہ میں پیشاب سے فارغ ہو کر نماز کے لئے وضو کروں گا اور سکون سے نماز پڑھ سکوں گا۔ تو اس کا یہ پیشاب کو جانا بھی عبادت میں شمار ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا جو آدمی رات کو سوتے وقت وضو کرکے سویا اور مر گیا تو وہ شہید کی موت مرے گا۔ آج لوگ الٹا سوتے ہیں اور وضو توڑ کر سوتے ہیں۔ جو انگریز سکھلا گیا وہی ہم کرتے ہیں۔ حضرت انورشاہ صاحب رحؒ فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص رات کو وضو کرکے سویا اور نیند میں اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ تو پھر بھی اس کا اجر اور ثواب مل گیا۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ (ہم صرف تیرے ہی بندے ہیں۔ عبدیت کا پٹہ ہمارے گلے میں تیرا ہی ہے) جُوتا پہنتے ہیں تب بھی عبادت کے طور پر، ملازمت کرتے ہیں تب بھی عبادت کے طور پر، روٹی کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتے ہیں کہ اے اللہ! میں تیرا نام لے کر کھاتا ہوں۔ تونے رزق دیا تو کھا رہا ہوں ورنہ میں اس قابل کہاں تھا۔ تونے قوت دی تو چبا رہا ہوں ورنہ مجھ جیسے سینکڑوں سڑکوں پر پھر رہے ہیں۔

میرے ایک دوست تھے ۱۹۵۲ء کا واقعہ ہے۔ انہوں نے مجھے اور ایک اور شخص کو کھانے پر بلایا۔ اُن دونوں کی اب وفات ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر رحمت کرے (آمین) مجھے ایک الگ کمرے میں بٹھایا اور دوسر مہمان کو الگ جگہ کھانا دیا۔ کھانا کھا چکے تو میں نے دریافت کیا۔ جب آپ نے دونوں کو دعوت دی تو علیحدہ علیحدہ کیوں بٹھایا۔ انہوں نے کہا اُس شخص کو آپ کے ساتھ کھانے پر بٹھا دیتا تو آپ ایک لقمہ نہ کھا سکتے۔ اُس بچارے کو ایک بیماری ہے۔ جو لقمہ منہ میں ڈالتا ہے۔ نیچے جاتے ہی قے ہو جاتی ہے صرف یہ عادت پوری کر لیتا ہے محض انجکشنوں اور گولیوں پر گزر ہو رہی ہے جب وہ کھانے پہ بیٹھتا ہے تو لوٹا اور چلمچی پاس رکھتے ہیں۔

حضرات! اگر اللہ نہ کھلائے تو کون کھا سکتا ہے؟ عبادت کا مفہوم صرف نماز ہی نہیں ہے۔ مسلمان ہر وقت اللہ کا بندہ ہے۔ ہر ہر لمحے اللہ کے حکموں کو مانے۔ اگر کنگھی بھی شریعت کے مطابق

کرے تو وہ بھی عبادت بن جاتی ہے کھاتا پیتا ہے یا سوتا جاگتا ہے ہر چیز عبادت بن جاتی ہے۔ ازدواجی زندگی بھی عبادت ہے۔ جب نکاح کے وقت امام صاحب خطبہ پڑھتے ہیں تو یہ بھی اللہ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے۔ نکاح سنت الانبیاء ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب نے نکاح کیا حضرت عیسیٰ السلام جب اسلامی عقیدہ کے مطابق آسمان سے اتریں گے تو نکاح کریں گے۔ اسلامی زندگی میں کھیت میں فصل کاٹنے والا بھی عبادت میں ہے۔ چرند پرند جو پھل پھول میں سے کھاتے ہیں اُن کا بھی اجر ہے۔ اگر مزدور ٹوکری اٹھاتا ہے یا کلرک ٹائپ کرتا ہے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے رزق حلال کماتا ہے تو یہ سب عبادت ہے۔ اگر حلال ذرائع اختیار نہ کرتا تو پھر چوری کر کے بچوں کا پیٹ پالتا۔ اللہ کے حکموں کے مطابق زندگی گذار تو ہر ہر لمحہ عبادت ہے۔ جوتا پہنتے وقت اگر دایاں پاؤں پہلے پہنا تو یہ بھی عبادت ہے۔ بازار سے سودا سلف لاتے ہیں اور سوچتے ہیں۔ کہ حضورؐ بھی سودا سلف لایا کرتے تھے تو یہ بھی عبادت میں شمار ہو جاتا ہے۔ اپنے بیوی بچوں سے دل لگی کی باتیں کریں اور خیال کریں کہ حضورؐ بھی اپنے اہل وعیال سے باتیں کر کے خوش ہؤا کرتے تھے تو یہ سب باتیں عبادت میں شمار ہو جاتی ہیں۔

ساڑھے تین آیتوں کا ترجمہ اور تفسیر ہو چکی ہے۔ اب دعا پر ختم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ یا الٰہ العالمین۔

بقیہ: مجلس ذکر

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

اللہ کے نام کی دولت ہاتھ آنا اور کسی صاحب نسبت ولی اللہ سے مجاز ہونا آسان کام نہیں بلکہ "عمرہا باید کہ خوں شیر شود" والا مسئلہ ہے۔ ایک اللہ والے کا واقعہ ہے کہ وہ اپنے دو طالبوں کو خلافت دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہ بات اس پر ظاہر نہ ہونے دی اور امتحاناً انہیں دو مرغ ذبح کرنے کے لئے دے دیئے ساتھ ہی یہ ہدایت فرما دی کہ مرغ وہاں ذبح کرنا جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو۔ دونوں طالب مرغ لے کر ذبح کرنے کے لئے چلے گئے۔ ان میں سے ایک طالب تھوڑی دیر کے بعد لوٹا لیکن اُس کے ہاتھ میں مرغ اسی طرح زندہ تھا۔ شیخ نے پوچھا "تو نے مرغ کیوں ذبح نہیں کیا" طالب نے عرض کیا "حضرت! مجھے تو کوئی جگہ ایسی نظر ہی نہیں آئی جہاں کوئی مجھے دیکھ نہ رہا ہو۔ میں جہاں کہیں گیا میں نے یہی محسوس کیا کہ میرا اللہ مجھے ہر جگہ اور ہر گھڑی دیکھ رہا ہے۔ اس لئے میں نے آپ کے حکم کی تعمیل میں مرغ ذبح نہیں کیا۔ اب جیسا آپ کا حکم ہو اس کی تعمیل کروں۔ شیخ اس جواب پر خوش ہو گئے اور اسے خلافت تفویض کر دی۔

حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احسان کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو یا کم از کم وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ کیفیت کسی شخص کو حاصل نہ ہو اور اسے کیفیت کا استحضار نہ ہو۔ تو اسے کسی باخدا سے اجازت ہی نہیں مل سکتی۔ چہ جائیکہ وہ پیر بھی بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور اچھے اور بُرے میں امتیاز کی صلاحیت نصیب کرے۔

بہر حال کہنا یہ مقصود ہے۔ کہ آج کل محبت جو اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت جو اسلام کی جان ہے۔ کتاب وسنت پر عمل کرنے والے اولیاء اللہ کی صحبت میں رہ کر ہی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور کرے۔ آمین!

ضروری تصحیح

"مودودی جماعت اور عورت کی صدارت"

گذشتہ سے پیوستہ شمارہ میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے علامہ خالد محمود صاحب کی کتاب "مودودی جماعت اور عورت کی صدارت" کے بجائے "مودودی جماعت اور عورت کے فرائض" لکھ دیا گیا۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔

بقیہ شعبان کی پندرھویں رات صلا سے آگے

گزارتا ہے۔ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے۔ اور حقوق العباد بھی اللہ کی رضا کے لئے ادا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کا شب براۃ کا پروگرام بھی یہ ہے کہ دن کو روزہ رکھے اور رات کو یاد الٰہی سے اپنے دل کو زندہ رکھے آتشبازیوں اور اس قسم کی دوسری خرافات سے اسے دور کا بھی سروکار نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے اور ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے آباد رکھے آمین یا الہ العالمین۔

بقیہ : اداریہ

ہمارے خیال میں جب تک ملک سے بدعنوانی کو دُور نہیں کیا جاتا اور بدعنوانی کا ارتکاب کرنے والوں کا سدّباب نہیں ہوتا، نہ کسی حکومت کو استحکام نصیب ہو سکتا ہے اور نہ ہی عوام کی پریشانیوں اور بے چینی میں کمی ہو سکتی ہے اور بدعنوانی کا انسداد صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ باشندگانِ ملک کے قلوب و اذہان میں خوفِ خدا، ایثار و پرہیزگاری اور نیکی کی تخم ریزی کی جائے۔ ورنہ ملک دشمنوں کی تعداد بڑھتی ہی جائے گی اور اس میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

وما علینا الا البلاغ

فلسفہ روزہ

اگر آپ قرآن حکیم اور حدیث کی روشنی میں روزہ کی روح و صورت دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو اس رسالہ کا مطالعہ کریں برائے محصول ۷ پیسے کے ٹکٹ بھیج کر مفت منگوائیں۔

بچوں کا صفحہ

واصف خلیل

ماہ شعبان اور آگ کا کھیل

سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضور پُر نور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ مبارک میں اکثر روزے رکھا کرتے تھے اور عبادت میں راتیں بسر کرتے تھے۔ خصوصاً آخری دنوں میں عبادت زیادہ ہو جاتی تھی۔ اور رمضان المبارک کے استقبال کی تیاری فرماتے۔ صحابہ کرام کو جمع فرما کر آنے والے مہمان کی فضیلت و برکت پر تقریر فرماتے۔ اور اس کی قدر کرنے کا حکم فرماتے۔ شعبان کا مہینہ دورِ مبارک میں خالص عبادت کا مہینہ سمجھا جاتا تھا۔ صحابہ کرام اس ماہ شعبان کا اس طرح استقبال نہیں کیا کرتے تھے۔ جس طرح آج مسلمان کیا کرتے ہیں۔ آج تو یہ مہینہ بجائے عبادت کے رسم و رواج کا مہینہ بن گیا ہے اور مسلمانوں میں شریعت کی دُوری کی وجہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور احکام سے لاعلمی کی وجہ سے بہت سے رسوم اور غلط باتیں پھیل گئی ہیں وہ بدعتو کا شکار ہو گئے ہیں۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں اور خطوں کے مسلمانوں میں مختلف رسمیں پائی جاتی ہیں جو درحقیقت اسلام کی تعلیم اور سنّت کے طریقہ سے بالکل جُدا ہیں ___

سب سے بڑی خرابی کی بات جو مسلمانوں میں پیدا ہو گئی ہے وہ آتشبازی کی لعنت ہے۔ اس ماہ مبارک کے آتے ہی ہر طرف پٹاخوں، انار دانوں، پھلجھڑیو اور آگ کے کھیلوں سے خوشی منائی جانے لگتی ہے۔ ان کھیلوں میں بہت سی خرابیاں ہیں۔

۱۔ مال کا ضائع ہونا ہے مال خدا تعالےٰ کی بڑی نعمت ہے اور بڑی جد وجہد سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کو اس طرح ضائع کر دینا کہ ایک منٹ میں دھواں ہو کر اُڑ جائے اور ذرا سی دیر کی مسرت کے لئے آناً فاناً ہزاروں روپیہ پھونک دینا کتنی بے عقلی کی بات ہے۔

۲۔ آگ سے حادثات کتنے ہو جاتے ہیں؟ کتنے جل جاتے ہیں۔ گھروں میں آگ لگ جاتی ہے۔ مال کا مال ضائع ہوا جسم الگ جھلسے، گھر الگ جلے۔ فائدہ کے بجائے نقصان ہی نقصان۔

۳۔ اس مہینہ میں خدا کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ فرشتوں کی آمد آمد ہوتی ہے۔ خدا کی رحمت کا استقبال آگ اور چنگاریوں سے کیا جائے۔ آسمان سے تو رحمتیں آ رہی ہیں اور فرشتے اُتر رہے ہیں اور خدا کے بندے آسمان کی جانب انگارے پھینک کر ان کا استقبال کرتے ہیں۔ کیا یہ بات عقل اور محبت و ادب کے خلاف نہیں ہے۔

آج جب کہ مسلمان ہر طرح پریشان ہیں۔ غربت و افلاس اپنی حد کو پہنچ چکے ہیں۔ کتنے گھر ہیں جہاں چراغ تک نہیں جلتے۔ بچے اندھیرے میں رات گذار دیتے ہیں۔ کئی کئی دن چولھے نہیں جلتے اور معصوم بچے تڑپ تڑپ کر دن گذارتے ہیں۔ چہرے اُترے ہوئے، بدن کپڑوں سے آزاد اور سردی سے ٹھٹھرے ہوئے ___ غرض کہ ہر طرح کی پریشانی ہے۔ تعلیم کا انتظام نہیں، علاج کا سامان نہیں، بھوک کا مداوا نہیں مگر آتشبازی ہے کہ وہ پورے آب و تاب سے جاری ہے اور چند گھنٹوں میں لاکھوں کروڑوں روپیہ پھونک دیا جاتا ہے۔ یہ بھی اک بڑے ادبار کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور سب مسلمانوں کو سمجھ دے اور اپنے بھائیوں کے دُکھ درد کی فکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور سب سے بڑی اذیت کی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی اپنے گھر میں آتشبازی چھڑائے تو اتنا ہی ہوتا ہے کہ اس کا مال ضائع ہوا، اس کے کپڑے جلے، گھر پھونکا۔ یہ بھی اپنی جگہ ہولناک بات ہے مگر اس سے بڑھ کر اذیت کی بات اس وقت ہو جاتی ہے کہ عین سڑک اور گلیوں اور راستوں پر آتشبازی چھڑائی جاتی ہے۔ سائیکل سوار آ جا رہے ہیں۔ پیدل مرد و عورت اور بچے چل پھر رہے ہیں اور یہ آگ کے پٹاخے راہگیروں پر چھوڑ دیتے ہیں۔ کوئی سہم جائے، گر جائے، کپڑوں میں آگ لگ جائے تو بجائے شرمندگی کے ہنسی مذاق میں ٹال دیتے ہیں۔ کیا یہ بُری حرکت نہیں ہے اور اگر یہ حرکتیں بڑے نہیں کرتے اور چھوٹے کرتے ہیں تو کیا بڑے اس کے ذمہ دار نہیں۔ کہ وہ چھوٹوں کو ان بُری باتوں سے روکیں جن سے نقصان تو الگ ہوتا ہے لڑائی اور جھگڑے بھی بڑھتے ہیں ___ اور دنگا فساد بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں اور سودا اتنا مہنگا پڑ جاتا ہے کہ پھر کچھ بنائے نہیں بنتی ___

ہوش میں آنا چاہئے اور بُرے بھلے کی تمیز کرنی چاہئے۔ یہ مہینہ شعبان کا ہے۔ آپ اپنے بچّوں کو اس نام سے پیسے نہ دیں۔ ان کو آتش بازی کی لعنت سے منع کریں۔ ذرا سی تساہلی بڑے نقصان کا سبب بن جاتی ہے۔

آگ کا کھیل کوئی تماشہ نہیں عذاب ہے۔ خدا و رسولؐ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اور عقل کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آگ اور اس کے عذاب سے محفوظ رکھے اور صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آتش بازی کے علاوہ چند باتیں اور بھی سن لیجئے۔ حلوا اور میٹھی چیزیں پکانے کو ضروری سمجھنا، وقت اور دن کی قید کرنا، برتن بدلنا۔ اُس دن نمک مرچیں نہ پیسنا، قبرستان میں میلہ لگانا اور قبروں پر چراغاں کرنا یہ سب باتیں خلاف شریعت ہیں۔ یہ ساری ایجادیں ان لوگوں نے کی ہیں۔ بن کو کھانے اور کمانے کی فکر تھی اگر یہ صحیح ہوتا تو صحابہ کرام رضہ جو سچے عاشق رسولؐ تھے اور بزرگانِ دین جو سچے پیرو رسولؐ تھے اور دین پر پورے کے پورے چلنے والے تھے ان اعمال کو کرتے۔ مگر کسی نے نہ کیا اور نہ اس کے کرنے کا حکم دیا۔ وہ بھی قبروں کی زیارت کرتے تھے مگر مسنون طریقہ سے کرتے تھے اور موت کو یاد کرنے تھے عورتوں کا قبرستان جانا حدیث شریف سے منع آیا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری G / ۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۴۸۱ - ۲۴۳۰ T.B.C مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

اسلام کیا چیز ہے

اسلام ایک عالمی مذہب ایک مکمل قانون اور مکمل شریعت ہے۔ دنیا کے مذاہب میں وہ کاملیت نہیں ہے جو مذہب اسلام میں ہے۔ اسلام میں قوم پرستی اور گروہ بندی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو اپنے جھنڈے تلے جمع کر سکے۔ اگر اس میں تاریکی، تنگی اور تعصب ہوتا تو یہ بھی اور اقوام کی طرح قوم پرستی کا علمبردار ہوتا۔ اسلام تبلیغی مذہب ہے اور تبلیغ کے ذریعہ اسلام نے دُور دراز ملکوں میں اپنا نور پھیلایا۔ اسلام انتہائی سادہ اور آسان مذہب ہے۔ اور یہ زندگی کا مکمل ضابطۂ حیات بھی ہے۔ اسلام کی خاص خوبی یہ ہے کہ انسانی حقوق کی حدیں مقرر کردیں۔ حقوق کی ادائیگی میں دنیا کے مذاہب نے ہار مان لی تو اسلام آگے بڑھا اور اس نے ہر شخص کو اس کا حق دلایا۔ اور حقوق العباد کو تمہارے لئے واضح کردیا تاکہ تم راہ راست سے نہ بھٹک جاؤ۔ چونکہ تمہارا علم محدود ہے اور تمہارے تجربات ناقص ہیں فی الحقیقت اسلام ہی وہ دین ہے جو مذہب کی حقیقی روح کو پیش کرتا ہے۔ اور تمام قسم کی افراط و تفریط سے پاک صاف ہے۔ اسلام نام ہے اطاعتِ خداوندی کا اور اطاعتِ خداوندی یہی ہے کہ ہر مسلمان وہی طریقہ اختیار کرے جس پر رسولؐ خدا کا عمل تھا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو قرآن و سنت کا علم حاصل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جب تک مذہب سے واقفیت نہ ہو اس وقت تک خدا اور رسولؐ کو نہیں پہچان سکتے۔ ایک شخص شام سے مدینہ تک طویل سفر طے کرکے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ نے آنے کی وجہ دریافت فرمائی تو اس نے عرض کیا۔ میں آپ کے پاس صرف تشہد یعنی التحیات سیکھنے آیا ہوں۔ یہ جملہ سُن کر حضرت عمرؓ اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ تمہیں ہرگز عذاب نہیں دے۔

اس واقعہ سے ان مسلمانوں کی مذہبی تڑپ کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک رُکن نماز التحیات سیکھنے کے لئے شام سے مدینہ منورہ تک طویل سفر اختیار کیا لیکن افسوس آج ہمارے شہر اور ہماری بستیوں میں علماء اور مدارس و مکاتب موجود ہوتے ہوئے ہم اسلام کی تعلیم سے غافل ہیں۔ ہم کو چاہیئے کہ ہم خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی اسلام کی تعلیم سے روشناس کرائیں تاکہ آخرت میں کامیاب ہوں۔

محمد امین۔ مکان ۳۶ دہلی کالونی۔ کراچی ۶

(۷ پیسے کے ٹکٹ بھیج کر تبلیغی پوسٹر مفت طلب فرمائیں)